۱۷۸ واں باب

غزوۂ خیبر

اوائل محرم تا اوائل ربیع الاوّل ۷ ہجری

باب # ۱۷۸

غزوۂ خیبر

غزوۂ خیبر اور غزوۂ وادی القریٰ (محرم ۷ھ)

حدیبیہ جانے والا زائرین کا قافلہ سنہ ٦ ہجری میں ذوالقعدہ کی کسی اوّلین تاریخ کو مدینے سے روانہ ہوا اور مہینے کی کسی بالکل آخری تاریخ کو اللہ کی رضوان کا پروانہ اور فتح مبیں کی بشارت لے کر مدینے واپس آگیا۔ یہ اللہ ہی کا کرم تھا کہ جس طرح اس برس رسول اللہ ﷺ کو رمضان کا پورا مہینہ اور عید الفطر مدینۃ النّبی میں بسر کرنے کا موقع مل گیا تھا، اسی طرح ماہِ عید الاضحیٰ (ذوالحجّہ) اور محرم کے ایک یا دو دن مزید بھی اپنی مسجد کی قربت میں گزارنے کا موقع مل گیا۔ بدر کے بعد سے اب تک گزشتہ برسوں میں یہ دو مہینے کسی ایک ہی سال میں آپؐ کو اپنی مسجد کی قربت میں بسر کرنے کا موقع کہاں ملا تھا۔ پھر محرم ۷ ہجری کی اوّلین تاریخوں میں نبی عربی ﷺ کسی دن خیبر کے لیے روانہ ہوگئے، واپسی اگلے ماہ صفر کی کسی آخری تاریخ یا ربیع الاوّل کی ابتدائی کسی تاریخ کو ہو سکی۔

شرکائے بیعتِ رضوان سے خیبر کی فتح کا وعدہ

حدیبیہ سے واپسی کے دوران نازل ہونے والی سورہ فتح کی ۲۰ ویں آیہ مبارکہ میں اللہ نے شرکائے بیعتِ رضوان سے جس خیرِ کثیر کا وعدہ کیا تھا وہ فتح خیبر کی شکل میں سامنے آنے کا وقت آگیا۔ مسلمانوں کے رب نے اپنے کلام میں ارشاد فرمایا تھا:

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ ۝۲۰	اللہ تم سے بکثرت اموال غنیمت کا وعدہ کرتا ہے جنہیں تم حاصل کروگے۔ فوری طور پر تو یہ فتح اس نے تمھیں عطا کر دی۔

آیہ مبارکہ کے ارشاد سے کہ "فوری طور پر تو یہ فتح اس نے تمھیں عطا کر دی" معلوم ہے کہ فتح سے مراد تو صلح حدیبیہ ہی تھی جیسا کہ گزشتہ باب میں اس پر گفتگو ہو چکی ہے اور "بکثرت اموال غنیمت کا وعدہ کرتا ہے" میں مذکور وعدہ کے موقع سے مراد ظاہر ہے فتح خیبر کے علاوہ اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی تھی کیوں کہ ایسی فتح جس کے نتیجے میں مالِ غنیمت اور دولت بہت ہی زیادہ مل سکے پورے حجاز میں خیبر کے محاذ کے علاوہ اور کسی محاذ سے ممکن ہو ہی نہیں سکتی تھی۔

قریش کی مانند یہود سے بھی امن کی ضمانت درکار تھی

قریش کے ساتھ حدیبیہ میں ہونے والی صلح کا پہلا فائدہ یہ ہوا کہ اہلِ مدینہ کو دشمن کے اچانک حملے سے نبٹنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہنے اور ہنگامی حالات میں زندگی بسر کرنے سے نجات مل گئی۔ اگرچہ نجات تو پچھلے برس اِسی ذوالقعدہ کے مہینے میں اُسی رات مل گئی تھی جب سارے عرب کی چڑھ آئی فوجوں (احزاب) کو تین ہفتوں سے زائد انتظار کے بعد مدینے میں داخل ہونے کی کوئی راہ نہ ملی اور وہ ناک کی سیدھ میں واپس اپنے اپنے شہروں کی طرف اُس وقت دوڑ پڑے جب شدید سردی اور طوفانِ باد و باراں میں فرشتوں کا لشکر احزاب کے خیموں کی طنابیں کاٹ رہا اور ہانڈیاں الٹ رہا تھا۔ لیکن یہ نجات دشمن کی جانب سے تسلیم شدہ اور اقراری نہیں تھی۔ حدیبیہ میں دستخط کی جانے والی صلح نے اس ہنگامی حالات میں زندگی بسر کرنے کے پانچ سالہ دور سے نجات کی ضمانت پر قریش کی مہرِ تصدیق مہیا کر دی۔ اب خیبر کے یہود سے بھی امن سے رہنے کی ضمانت درکار تھی، یہود جو قریش کو اور غطفان کو مدینہ فتح کرنے کے لیے اُکسا کر لائے تھے۔

حجاز میں یہود کتاب الٰہی، تورات کے امین ہونے کے ناطے، محمد ﷺ اور اسلام کے سب سے بڑے حلیف اور آگے بڑھ کر آپؐ کی دعوت کو قبول کرنے والے ہونے چاہیے تھے لیکن جس طرح آج کے دور کے مسلمان، عاشقانِ رسول اور حاملین قرآن ہو کر بھی ساری دنیا میں ہر نوع کی بد دیانتی، کتمانِ حق اور حق کی دشمنی کے سب سے بڑھ کر مجرم ہیں اور کتابُ اللہ کو پسِ پشت ڈال چکے ہیں، اُسی طور، دور نبوت ﷺ میں بد دیانتی، کتمانِ حق اور حق دشمنی میں یہود کا اور خصوصاً اُن کے علماء کا حال تھا اور وہ تورات کو پسِ پشت ڈال چکے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ایک آخری نبی آنے والا ہے، وہ اُس کے منتظر تھے، اُنھوں نے یثرب کے باسیوں، اوس و خزرج کو دھمکیاں دی ہوئی تھیں وہ نبی بس آنے والا ہے اور اُن کا کہنا یہ تھا کہ زمانے پر چھا جانے والے اُس نبی موعود کے آنے پر اُس کے پرچم تلے اے اہلِ یثرب، ہم تم پر غالب آ جائیں گے۔ یہ دھمکیاں اور اُس نبی کے آنے کی باتیں یہود نے اتنی تکرار سے کی تھیں کہ اوس خزرج بھی اُس نبیؐ پر ایمان لانے اور اُس کا پرچم اُٹھانے میں یہود کیا، ساری دنیا پر سبقت لے جانے کے متمنی ہو چلے تھے۔

وہ نبیؐ جب مکے میں ظاہر ہو گیا اور اُنھیں آتے جاتے قافلوں سے اطلاع مل گئی تو اُن پر نسلی تعصب غالب آ گیا کہ یہ نبیؐ، بنی اسرائیل کے بجائے، بنی اسمٰعیل میں کیوں آ گیا؟ اُنھوں نے جانا کہ جس طرح ہر نبیؑ اپنے ہم وطنوں

اور ہم قوم لوگوں کے ہاتھوں ستایا جاتا ہے، اہلِ مکہ اُس سے نبٹ لیں گے، وہ اس دھوکے میں بھی رہے کہ اہلِ مکہ یعنی قریش اُسے قتل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، وہ خود نبیوں کو قتل کرنے میں بڑے ماہر تھے اور اُن کی تاریخ اس پر گواہ تھی۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ اٰلِ عمران ٦١	یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ یہ اللہ کی آیات سے کفر کرتے رہے اور انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔(آلِ عمران)

ہجرت سے قبل یہود کی رسالت محمدی ﷺ سے عداوت و مخاصمت

جب اہلِ مکہ رسول اللہ ﷺ سے کلام مجید سنتے اور اُن سے جواب نہ بن پڑتا تو وہ یہود سے خصوصاً قریب میں آباد مدینے کے یہود سے مشورہ کرتے اور یہود اُن کو طرح طرح کی پٹّیاں پڑھاتے کہ یہ نبیؑ ہر گز سچا نبیؑ نہیں ہے اُس سے یہ سوال پوچھو، وہ سوال پوچھو۔ اللہ اپنے نبیؑ کو سوالات کے جواب سکھاتا رہا اور گاہے بگاہے یہود کے بارے میں بھی کچھ ارشادات آتے رہے، دلیل کے میدان میں اللہ سے جیتنا محال تھا! اس دوران مدینے کے دونوں قبائل، اوس اور خزرج میں اسلام پھیلتا چلا گیا اور اُن کی حیرانی میں اضافہ ہوتا رہا کہ یہود ایمان نہیں لائے۔ یہاں تک کہ اہلِ مدینہ کی دعوت پر اللہ کا نبیؑ ایسے حالات میں کہ جب قریش کے سارے قبائل نے مل کر اُسے قتل کرنے کا منصوبہ بنالیا تھا، اللہ کی اجازت و حکم سے مکے سے نکل کر مدینے پہنچ گیا۔

ہجرت کے پہلے برس یہود کا میثاق مدینہ کو تسلیم کرنا

اوس و خزرج نے جس جوش و عقیدت سے محمد ﷺ کا استقبال کیا اُس سے یہود کی صرف حیرت کی انتہا ہی نہ رہی بلکہ کھلی مخالفت کی جرأت بھی سلب ہو گئی، گرچہ قریش یہود و منافقین کو اُکساتے رہے اور دھمکاتے رہے کہ مکے سے آنے والے اس نبیؑ کو نکال دو یا قتل کر دو ورنہ ہم آکر خود ہی اس کا بھی اور تمھارا بھی کام تمام کر دیں گے۔ یہود بہت چالاک تھے اُنھوں نے یہی بہتر جانا کہ اُس وقت کا انتظار کیا جائے کہ جب قریش خود مدینے پر چڑھائی کریں، وہ ظاہر ہے ہماری مدد کے بغیر کچھ نہ کر سکیں گے، اُس وقت قریش کے ساتھ مل کر اِس مشکل سے نبٹ لیں گے فی الحال خاموشی سے مصالحت کی پالیسی اختیار کی جائے اور انھوں نے نبی ﷺ کے جاری کردہ میثاقِ مدینہ کے احکامات (چارٹر یا آرڈیننس) کو اوپری دل سے وقتی طور پر قبول کر لیا۔ یہ میثاق اُنھیں مکمل مذہبی، معاشی اور سماجی آزادی دیتا تھا اور حدودِ مملکتِ مدینہ میں رہتے ہوئے اُس کے دفاع میں تعاون کا اور

نبی ﷺ کو سربراہِ مملکت اور تمام تنازعات میں آخری فیصلہ کن اتھارٹی ماننے کا مطالبہ کرتا تھا۔ یہ میثاق اُن کی بقااور ترقی کے لیے بہت ہی بہتر تھا، بہترین تو یہ تھا کہ وہ اُس رسولؐ پر ایمان لے آتے جس کو پہچان گئے تھے اور آپس کی نجی گفتگوؤں میں اس کی صداقت کا اقرار بھی کرتے تھے۔

معرکہ بدر کے بعد یہود کی معاہدہ شکنی

جب قریش مدینے پر حملے کے لیے آگے بڑھے اور مسلمانوں نے اُنھیں بدر میں وہ مار لگائی کہ جس کے زخم وہ صلح حدیبیہ کے دن تک چاٹتے رہے تھے، ابھی زخم چاٹنے کے کچھ اور دن باقی تھے یہاں تک کہ مقتولانِ بدر کے تمام وارثین بشمول عقبہ ابن معیط کی بیٹی اُمِّ کلثوم، امیّہ کا بیٹا صفوان اور ابو جہل کا بیٹا عکرمہ اسلام قبول کر لیں۔

بدر کا انجام دیکھ کر یہود کی اس امید پر پانی پھر گیا کہ قریش مکے سے آکر مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیں گے اور اپنے "بھگوڑوں" کو پکڑ کر واپس مکے لے جائیں گے۔ سب سے پہلے بنو قینقاع کے یہود نے میثاق کی خلاف ورزی کی اور نبی ﷺ کے حکم پر مدینے سے نکالے گئے۔ نکالے جانے والوں میں سے بیشتر خیبر میں جا ٹھہرے۔ اگلے برس معاہدے کے باوجود بعد بنو نضیر نے رسول اللہؐ کو قتل کرنے کی سازش کی، جس کا عین وقت پر آپؐ کو بذریعہ وحی علم ہو گیا اور آپؐ ان کی سازشی قتل گاہ سے اُٹھ کر نکل آئے اور سارے قبیلے کو جلا وطن کر دیا اور اُن کے باغات اور جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔ اِن نکالے جانے والوں میں سے اکثر خیبر ہی میں جا کر مقیم ہوئے۔

مشرکینِ قریش کے بعد، خیبر کے یہود مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن بن چکے تھے اور مدینے کی مملکت کے لیے بڑا خطرہ تھے۔ پچھلے برس کے واقعات اس پر گواہ تھے کہ جس طرح رسول اللہؐ کی قتل کی سازش میں ملوث ہونے کی بنا پر مدینے سے نکالے ہوئے بنو نضیر کے سردار حُیَیّ بن اَخطَب کی قیادت میں خیبر سے تعلق رکھنے والے یہود کے کم و بیش بیس سرداروں نے سارے عرب کا دورہ کر کے قریش، غطفان اور بدوؤں کو مدینے پر چڑھا لائے تھے اور پھر مدینے میں رسول اللہ ﷺ کے چارٹر کو تسلیم کر کے رہنے والی بنو قریظہ کی قوم نے اپنی مملکت سے غدّاری کی تھی، جس کی پاداش میں اُن کی کتاب تورات کے مطابق اُن ہی کے منتخب کردہ ثالث نے مردوں کی ساری قابل جنگ یہود آبادی کو موت کے گھاٹ اُتارنے کی سزا سُنائی جس پر عمل درآمد کر دیا گیا تھا، قتل ہونے سے قبل تک جن جن لوگوں نے اسلام قبول کر کے امن سے رہنا چاہا اُن

کو معافی مل گئی۔

صلح حدیبیہ کے بعد، یہود مسلمانوں کے اوّلین دشمن

قریش کے ساتھ جنگ بندی اور امن وامان سے رہنے اور ایک دوسرے کے علاقوں میں بلا روک ٹوک آنے جانے، اور محمد بن عبد اللہ ﷺ سے اور مہاجر مسلمانوں سے قریش کے خونی رشتوں نے صلح حدیبیہ کے نتیجے میں قریش اور مسلمانوں کے درمیان غیر حریفانہ ماحول قائم کردیا تھا اور ادھر مدینے سے یہود کے تینوں قبائل گزشتہ پانچ برسوں میں نکالے جا چکے تھے۔ یوں ارد گرد کا سارا میدان مسلمانوں کے لیے صاف تھا۔

اس صفحے کی اوپر کی سطور اور پچھلے صفحے پر رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے سیاسی و عسکری محاذ کا جو تجزیہ پیش کیا گیا اُس کا حاصل یہ ہے کہ حدیبیہ کے بعد آپ کے سامنے بس اب دو ہی دشمن تھے، (۱) یہود اور (۲) غطفان و نجد کے بدّو۔ دشمن نمبر ایک پر قریشِ مکہ کی جگہ اب خیبر کے یہودیوں کی قدیم بستیاں آگئی ہیں، جہاں مدینے سے نکالے ہوئے یہودی اپنے یہودی بھائیوں کی پناہ میں جا کر بس گئے تھے، انھوں نے اپنے کھوئے ہوئے علاقے واپس لینے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ خیبر، جنگی حملوں کی سازشوں کا مرکز اور رسول اللہ ﷺ کے قتل کے منصوبوں کا گڑھ، منافقین کو غدّاری پر آمادہ کرنے کا نرسنگ ہوم اور فروغِ بے حیائی کا میڈیا ہاؤس تھا۔ مسلمانوں کو زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہ ہوتا اگر وہ اُس کی طرف سے ذرا سی بھی بے پرواہی برتتے۔ یہودیوں کی تمام امیدوں کا سہارا اُن کی اپنی دس ہزار مردانِ جنگی پر مشتمل عسکری طاقت، اسلحہ کے ذخائر، بے پناہ دولت، مضبوط ناقابلِ تسخیر قلعے اور غطفان سے کرائے پر مل جانے والے لڑاکا چار ہزار بدّو تھے۔ جن کے اہلِ خیبر کی نصرت کے لیے خیبر میں موجود رہنے کا معاہدہ قلعہ سلالم کے سردار کنانہ بن ابی الحقیق نے مسلمانوں کے لشکر کی روانگی کی اطلاع پاکر بنو غطفان کے پاس جا کر عیینہ بن حصن سے مذاکرات کے بعد کیا تھا۔ کنانہ بن ابی الحقیق بنیادی طور پر بنو نضیر کا ایک جلاوطن انتہائی مالدار یہودی تھا، قلعہ سلالم اِس کے باپ کی ملکیت تھا۔

دوسرا دشمن گروہ غطفان اور نجد کے آزاد، لٹیرے بدو قبائل پر مشتمل تھا۔ خیبر اور مکے کے درمیان مدینے کو گھیرے میں لیے ہوئے علاقے میں یہ لوگ آباد تھے۔ یہ نسلی، نظریاتی یا جغرافیائی لحاظ سے ایک وحدت تو نہیں تھے مگر مدینے کی منظم حکومت سے خوف زدگی اور مخاصمت اِن کو ایک گروہ میں جوڑنے والا مشترک عنصر تھا۔ وہ جان گئے تھے کہ اگر یہ حکومت اور اسلام کا نظام چل گیا تو اُن کی شترِ بے مہار آزادی اور بقا ممکن ہی نہیں ہو گی۔

حجاز میں جینے کا حق مسلمانوں کو ہو گا یا یہود کو

بدر سے قبل جو صورتِ حال قریش اور مسلمانوں کے درمیان تھی کہ ایک کو ہی زندہ رہنے کا حق ہے وہ تبدیل ہو کر اب خیبر اور مدینے کے درمیان آچکی تھی۔ قریب کی مصر، ایران اور روم کی طاقتیں بھی صورت حال کا جائزہ لے رہیں تھیں، بنیادی طور پر یہ سب اسلام کی نظریاتی دشمن طاقتیں تھیں، انھیں پوری توقع تھی کہ یہود باقی تمام عرب کو اکٹھا کھڑا کر سکیں گے اور جس طرح بنو قریظہ کو نقضِ عہد پر آمادہ کر لیا تھا قریش کو بھی معاہدے کی خلاف ورزی پر اُکسایا جاسکے گا۔ منافقین کی ساری جمعیت مدینے کے اندر مسجدِ نبوی کی صفوں میں گھسی تقوے اور آخرت پسندی کے مقابلے میں اللہ سے بغاوت اور دنیا پرستی کی تلقین میں لگی تھیں۔ بن اُبی کا راہب بھائی ابو عامر سلطنتِ روم سے جا کر مل گیا تھا اور اُنھیں مدینے پر حملے کے لیے اُکسا رہا تھا، وہ نیم آمادہ تھے مگر چاہتے یہ تھے کہ ہمارے بجائے یہود اور غطفان مسلمانوں سے نبٹ لیں، جیسا آج سے پانچ برس قبل یہود چاہتے تھے کہ اُن کے بجائے مشرکین قریش مسلمانوں سے نبٹ لیں !!

بہر طور یہود کے پاس اب کتنی ہی نفری کیوں نہ ہو اور کتنا ہی اسلحہ کیوں نہ ہو مسلمانوں کے لیے لازمی تھا کہ سانپ کو اُس کے بل ہی میں کچل دیں اس سے قبل کہ وہ اور اُس کی آل اولاد مدینے کی گلیوں میں رینگنے آجائے۔ تشبیہ بلا مشبّہ، پنجاب کے دیہاتوں میں بیمار گائے بھینسوں کے منہ میں پائپ اور اُس میں دوا ڈال کر دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ پہلے کون پھونک مارے گا، دوائی کھلانے والا یا جانورِ بیمار! امامت سے معزول کیے گئے مردِ بیمار کو اب دوا کھلانی لازمی تھی! اِس سے قبل کہ وہ کچھ کریں۔

خیبر کی فتح میں منافقین شریک نہیں ہو سکتے

حدیبیہ سے واپسی پر ایک ماہ میں کچھ ضروری امور نبٹا کر اور سلاطین کو خطوط بھیج کر اللہ کا رسولؐ یہود سے نبٹنے کے لیے تیار ہو گیا۔ سورہ فتح میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار فرما دیا تھا اور خوش خبری دی تھی "اللہ تم سے بکثرت اموال غنیمت کا وعدہ کرتا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے"۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جو لوگ عمرے کے اس خطرناک سفر پا جانے کے لیے آمادہ نہ ہوئے اُنھیں اب خیبر جیسے مال دار علاقے پر جس کی پیشگی فتح کی خوش خبری دی جارہی ہے، ہرگز نہیں لے جایا جائے گا۔ اس مہم پر وہی لوگ جا سکیں گے جنہوں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعتِ رضوان کی تھی۔ چناں چہ جن لوگوں کو اس مہم میں

باوجود اُن کے اصرار کے نہیں لے جایا گیا اُن کے بارے میں ارشاد ہو چکا تھا:

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾ (سُوْرَةُ الْفَتْح)	جب تم فائدے سمیٹنے کے لیے جانے لگو گے یہ پیچھے چھوڑے ہوئے لوگ تم سے ضرور کہیں گے کہ ہمیں بھی ساتھ چلنے کی اجازت دی جائے۔یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فرمان کو بدل دیں۔ان سے دوٹوک کہہ دینا کہ اللہ پہلے ہی یہ فرما چکا ہے تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلوگے۔یہ کہیں گے کہ نہیں، بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کررہے ہو۔ بلکہ (اصل معاملہ یہ ہے کہ) یہ لوگ بات کو کم ہی سمجھتے ہیں۔

خیبر پر حملے کے منصوبے کی خبر کا حجاز میں چرچا

خیبر، مدینہ کے شمال میں ایک سو ستر کلو میٹر کے فاصلے پر اپنے زمانے کا ایک بڑا شہر تھا۔ یہاں یہود کے مختلف قبیلوں کے قلعے بھی تھے اور کھیت اور باغات بھی، خصوصاً کھجور کے باغات۔ چوں کہ آغاز ہی میں اعلان کر دیا گیا کہ بیعتِ رضوان کے شرکاء ہی جا سکیں گے تو ہر ایک (کسے باشد) کو معلوم ہو گیا کہ حدیبیہ سے پلٹ آنے والے صرف ۱۴سو آدمی جائیں گے، یہ مہم اور یہ تعداد صیغۂ راز میں نہ رہ سکی۔ اِس مہم کے حوالے سے مدینہ کی آبادی دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی: پہلا گروہ مخلصین کا تھا، جو ہمیشہ کی طرح مہم پر شہادت کی آرزو لیے جارہے تھے مگر جانتے تھے کہ اس مرتبہ شہادت کا موقع ذرا کم ہی ہے، فتح یقینی ہے،اس مرتبہ بہت ہی کم لوگوں کی آرزوئے شہادت کو قبولیت ملنی ہے اور جیسا کہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے فتح کے ساتھ کثیر مالِ غنیمت بھی منتظر ہے۔ دوسرا گروہ مذاق اُڑانے والے منافقینِ مدینہ کا تھا، جو قریش کے ڈر سے عمرے کے لیے رسول اللہؐ کے ہم راہ نہیں گئے تھے اور اب یہود کے ڈر سے کہہ رہے تھے کہ بھلا یہ تھوڑے سے لوگ خیبر کے یہود کی لوہے میں غرق کثیر فوج کا کیا مقابلہ کریں گے! اس گروہ میں وہ لوگ شامل تھے جو جانا نہیں چاہ رہے تھے اور وہ جو مالِ غنیمت کے لالچ میں چاہ تو رہے تھے لیکن جن کی شرکت قبول نہ کی گئی تھی۔ حدیبیہ کے وقت مسلمانوں کی تعداد اگرچہ کافی بڑھ چکی تھی مگر مخلصین اور جاں نثار صرف ایک ہزار چار سو ثابت ہوئے تھے جو خون کے پیاسے جانی دشمن کے علاقے میں غیر مسلح عمرے کو جانے کے لیے ساتھ ہو لیے تھے اور جنھوں نے

بیعت رضوان میں حصہ لیا تھا۔اب خیبر کی طرف جانے کی اجازت بھی انھی کو دی گئی تھی، منافقین اور کم زور مسلمانوں نے اُحد، خندق اور مصطلق کے غزوات میں بڑی منافقانہ کار گزاریاں دکھائی تھیں، اب یہ خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا کہ اتنے چالاک دشمن سے نبٹنے کے لیے اپنی صفوں میں منافقوں کو لیا جائے جو اُن کے عزائم کو پورا کرنے کے لیے نرم چارہ ہوں۔

حملے کی تیاریوں کی خبر منکرین اور منافقین کے لیے ایک لطیفہ بن گئی، اُڑاتی اُڑاتی خبر مکے بھی پہنچ گئی وہاں بھی مشرکین نے خوب بغلیں بجائیں کہ چلو جو ہم اپنے بھائی محمد (ﷺ) کو نہ سنبھال سکے تو اچھا ہی ہوا ہمارے ہاتھ اُس کے خون سے رنگین ہونے سے بچ گئے اب اہلِ خیبر اُس کو سنبھال لیں گے۔ لیکن اُنھیں اندیشہ تھا کہ یہ خبر غلط ہو گی وہ یہ ماننے میں بہت پس و پیش کر رہے تھے کہ محمد (ﷺ) جیسا صاحبِ بصیرت ایسے ناممکن اور خطرناک کام میں کیسے آگے بڑھ سکتا ہے۔اہلِ خیبر نے بھی اس خبر کو ناقابلِ یقین قرار دیا اور کسی قسم کی تیاری شروع نہ کی۔

خیبر کے یہود مسلمانوں کے حملے سے ہشیار ہوتے ہیں

جب خود اُن کے مخبروں نے مسلمانوں کے حملے کی مصدقہ خبر بھیجی تو اُنھوں نے اُس وقت بھی کسی پریشانی کو محسوس نہیں کیا، اُنھیں اپنے قلعوں کی ناقابلِ تسخیر تعمیر و بناوٹ، اپنی تیر اندازی، اپنے اسلحہ اور اپنی نفری پر بڑا ناز تھا شاید سوچ رہے ہوں گے کہ چلو اچھا ہے کہ دشمن چل کر مار کھانے آ رہا ہے ہمیں مارنے جانا نہیں پڑ رہا۔ یہودیوں کا معمول تھا کہ روزانہ دس ہزار اسلحہ بند جنگ جو صف بستہ ہوتے اور کچھ مشقیں کرتے تاکہ ہر دم جنگ کے لیے تیاری رہے۔

مدینے میں منافقین کے دل اس موقع پر یہود کی حمایت میں دھڑک رہے تھے۔ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے خیبر کے یہودیوں کو یہ پیغام بھیجا کہ اب محمد (ﷺ) نے تمھاری بستیوں کا رخ کیا ہے۔ لہٰذا ہشیار رہو اور پوری تیاری رکھو اور دیکھو! ڈرنا نہیں۔ کیونکہ تمھاری تعداد اور تمھارا ساز و سامان زیادہ ہے۔ اور محمد (ﷺ) کے لوگ بہت تھوڑے اور بے مایہ ہیں۔اور ان کے پاس ہتھیار بھی بس تھوڑے ہی ہیں۔

یہود نے اپنے سردار کنانہ بن ابی الحقیق اور اُس کے ساتھ ہوذہ بن قیس کے ذریعے اپنے اتحادی بنی غطفان سے ملاقات کر کے اُنھیں اپنی کھجور کی آدھی فصل دینے کے وعدے پر مدد کی درخواست کی تو اُنھوں نے چار

ہزار مردانِ جنگی مسلمانوں کے مقابلے کے لیے بھیجنے کا اعلان کردیا۔ ویسے اِس مرتبہ وہ مدد میں بہت پرجوش نہیں تھے کیوں کہ پچھلے برس اسی آدھی فصل کے وعدے پر وہ چار ہزار لے کر مدینے پر حملے کے لیے پہنچے تھے اور سوائے مہینہ بھر کی شدید خواری، تھکن، بھوک اور جانوروں کے نقصان کے اُنھیں کچھ نہیں ملا تھا، لیکن یہود کی مدد تولازمی تھی کہ اگر قریش کے بعد یہود کو بھی مسلمانوں نے زیر کرلیا تو آسمان کے نیچے اُن کے لیے تو کوئی جگہ نہ ہوگی۔

مسلمانوں کے لشکر کی خیبر کو روانگی

ذوالحجہ کی کسی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان کے شرکاء کو خیبر جانے کے لیے کہا، سب ہی فوراً تیّار ہوگئے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اکثریت کی مالی حالت اچھی نہیں تھی، راہ کے لیے کپڑے سواری اور زادِ راہ اور پیچھے اہل و عیال کے لیے دو وقت کے کھانے کا بندوبست بھی مشکل تھا۔ جو کچھ بھی تھا وہ حدیبیہ تک آنے جانے میں لگ گیا تھا۔ مملکت کے بیت المال میں بھی کچھ نہیں تھا، غزوہ بنو قریظہ کے بعد عرب کے کونے کونے سے بڑی تعداد میں نو مسلم مدینے آرہے تھے اُن سب کی کفالت کی ذمہ داری مدینہ کی ریاست کی تھی، بیت المال میں بچا ہی کیا تھا۔

قبیلہ اوس کے ایک صحابی جناب ابو عبسؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اُن کے پاس سواری کے لیے اونٹ تو تھا لیکن اور کچھ نہ تھا، یہاں تک کہ پہننے کے کپڑے بھی پھٹے پرانے اور تار تار ہو رہے تھے۔ سارے ہی اصحاب کی مفلسی اس حالت کو تو نہ تھی مگر کافی پتلی تھی، اتنی کہ کچھ ایثار کرکے ساتھیوں کی مدد کے بھی قابل نہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو کچھ ہی دنوں قبل ایک نفیس عبا تحفے میں ملی تھی، ابو عبسؓ کی حالت دیکھ کر آپؐ نے وہ عبا اُن کو دے دی، آپؐ کے پاس اُس وقت اس کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ دورانِ سفر کسی دن آپؐ نے ابو عبسؓ کو ایک کسی اور عبا میں دیکھا تو پوچھا کہ وہ عبا کیا ہوئی جو میں نے تمھیں دی تھی؟ ابو عبسؓ نے جواب دیا کہ آٹھ درہم میں فروخت کرکے چار کی یہ عبا خرید لی جو پہنے ہوئے ہوں اور دو درہم سے سفر میں خوراک کے لیے کھجوریں خرید لیں اور دو درہم اہل و عیال کو دے آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ یہ روداد سن کر مسکرائے کہ مسکراتے رہنا آپؐ کا شیوہ تھا، فرمانے لگے کہ اے عبسؓ کے باپ واقعی تم اور تمھارے ساتھی اس وقت بڑے نادار و غریب ہیں لیکن اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم محفوظ رہے اور تھوڑا عرصہ زندہ

رہے تو تم کو ہر طرح کی فراوانی میسر ہو گی اور تم اپنے اہل و عیال کے لیے بھی بہت کچھ چھوڑ جاؤ گے تمھارے پاس ڈھیروں درہم ہوں گے، غلام اور کنیزیں بھی لیکن تمھاری وہ زندگی کچھ زیادہ خوش آئند نہ ہو گی۔

کسی ایک زوجہ کے آپؐ کے ساتھ چلنے کے لیے ازواج مطہرہ کے ناموں کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی اور اس مرتبہ پھر اُمّ سلمہؓ کا نام ہی سامنے آیا، پچھلی دفعہ حدیبیہ کے سفر میں بھی وہی ساتھ تھیں تو اب خیبر کو بھی طے شدہ اُصول کے مطابق اُنھی کو چلنا چاہیے تھا، قرعہ اندازی نے اس بات کی تائید کی اور وہی آپؐ کے ہمراہ چلیں۔ خواتین میں وہ تنہا نہیں تھیں اُن کے علاوہ صفیہؓ، ام ایمنؓ، نسیبہؓ اور ام سلیمؓ بھی زخمیوں کی مرہم پٹی اور صفوں کے پیچھے پانی فراہم کرنے آئی تھیں۔ راستہ بتانے کے لیے دو ماہرین کی خدمات حاصل کی گئیں، اِن دو ماہرین میں سے ایک کا نام حسیل تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی غیر موجودگی میں سباع بن عرفطہ کو مدینے کا قائم مقام امیر مقرر کیا۔ مسلمانوں کا لشکر اُن کی تاریخ کا وہ پہلا لشکر تھا جو مدینے سے باہر دشمن کے شہر پر حملہ کرنے کے لیے نکلا۔ اللہ کا نام لے کر یکم محرم سنہ ۷ ہجری کو ۱۴۰۰ مسلمانوں کا لشکر بنفسِ نفیس اللہ کے رسول ﷺ کی قیادت میں چل نکلا۔ چہار سو منافقین و منکرین اور مشرکین نے سکھ کا سانس لیا کہ یہ لشکر اب زندہ واپس نہیں آسکے گا!

آپؐ کی غیر حاضری کے دوران ابوہریرہؓ بھی قبول اسلام کے لیے مدینہ تشریف لائے تھے۔ اس وقت سباع بن عرفطہ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ نماز ختم کر کے وہ اِس نووارد سے ملے جسے اقوالِ رسول کو آنے والی امت تک پہنچانے کا امین بننا تھا۔ نووارد کو بتایا گیا کہ جس ہستی سے ملنے وہ آیا ہے وہ تو خیبر کی مہم پر ہے، ابوہریرہؓ نے فوراً ہی وہاں پہنچنے کا فیصلہ کیا تو رسول اللہ ﷺ کی غیر موجودگی میں والی مدینہ جناب سباع بن عرفطہ نے سفر کے لیے مناسب زادِ راہ عطا کیا اور ابوہریرہؓ خدمت نبوی ﷺ میں حاضری کے لیے خیبر کی جانب چل پڑے۔ جب خدمت نبوی میں پہنچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے مشاورت اور رضامندی حاصل کر کے ابوہریرہؓ کو بھی مال غنیمت میں شریک کر لیا۔

لشکر کے سفر کی ڈائری

لوگ نبی ﷺ کے ہمراہ خیبر روانہ ہوئے۔ رات میں سفر طے ہو رہا تھا۔ سلمہ بن اکوعؓ بتاتے ہیں کہ دورانِ سفر ایک جگہ آپؐ نے لشکر کو ٹھہرایا اور میرے بھائی عامر بن اکوعؓ سے جو بہت خوش الحان تھے، سواری سے اترنے

اور وہ نغمہ سنانے کے لیے کہا جو عرب حدی خواں دورانِ سفر، وقت گزاری اور اونٹوں کو جوش دلانے کے لیے دلوں میں اتر جانے والی دردناک لحن یا سُر میں گایا کرتے ہیں۔ عامر تو خود بھی شاعر تھے اور زبردست جنگ جو بھی۔ محاذ پر جاتا ہوا سپاہی، جس کا سینہ شہادت کی آرزو سے بھرا ہوا تھا، سواری سے اترا اور اللہ سے ملنے کی محبت کا جو خزانہ سینے میں تھا حدی خوانی میں اُسے نبیؐ کے حکم پر پورا ہی انڈیل دیا۔ شروع کے اشعار وہی تھے جو رسول اللہ ﷺ نے خندق کھودتے ہوئے دوستوں کے ساتھ آواز میں آواز ملا کر پڑھے تھے، آواز مگر ایک زبردست حدی خواں کی تھی، بہت ہی غمناک اور اعلیٰ درجے کے زیر و بم کی دُھن والی:

اللهم لولا أنت ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا
فاغفر فداء لك ما اتقينا وثبت الأقدام إن لاقينا
وألقين سكينة علينا إنا إذا صيح بنا أبينا
وبالصياح عولوا علينا

- اے اللہ! اگر تو (اپنے کرم کے ساتھ ہم پر متوجہ) نہ ہوتا، تو نہ ہم ہدایت پاتے، نہ صدقہ کرتے، نہ نماز پڑھتے،
- ہم تجھ پر قربان جائیں!، تو ہمیں بخش دے (کہ تیری توفیق سے) جب تک ہم (زندہ رہیں) تقویٰ اختیار کریں،
- اور اگر (توفیق سے تیری) ہم (دشمن سے ترے) ٹکرائیں تو ہمیں ثابت قدم رکھیو
- اور ہم پر سکینت نازل فرمائیو، جب (ہمیں دشمن کی جانب سے) للکارا جائے تو ہم (مقابلے کے لیے) اکڑ (کر کھڑے ہو) جاتے ہیں،
- اور مقابلوں میں تو ہم پر لوگوں نے اعتماد کیا ہے۔

جب وہ پورا کلام سنا چکے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے! عمر بن الخطابؓ نے اپنے دوست کے لیے یہ دعا سنتے ہی بے چین ہو کر کہا: اب تو (ان کی شہادت) واجب ہو گئی۔ اے اللہ کے رسولؐ کیوں نہ آپؐ نے ان کے وجود سے ہمیں مزید بہرہ ور رہنے دیا۔ صحابہ کرامؓ کو معلوم تھا کہ (جنگ کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ کسی کے لیے اِن دعائیہ کلمات کے ذریعے دعا فرمادیں تو وہ شہادت پا کر بامراد ہو جاتا ہے۔ عامر بن اکوعؓ یقیناً خوشی سے سرشار ہو گئے ہوں گے۔ اس مہم کے دوران اُن کی شہادت کا واقعہ ہم موقع آنے پر اگلے صفحات میں بیان کر سکیں گے، اِن شاء اللہ۔

خیبر کے قریب وادیٔ صہباء میں لشکر نے عصر کی نماز ادا کی۔ لوگوں کو بھوک لگی تھی، کھانا لگانے کے ذمہ دار ساتھیوں سے کہا گیا کہ لشکر کو جو کچھ مہیا ہے پیش کیا جائے۔ ستّو موجود تھے، تیار کیے گئے اور لوگوں نے

حسبِ ضرورت اُنھیں کھالیا تاکہ زندہ و توانا رہ سکیں، لذتِ کام و دہن اور شکم سیری کا کوئی عنوان ہی نہ تھا۔ سورج ڈوبنے لگا مغرب کے لیے اُٹھے تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے صرف کلی کی ہے اور تازہ وضو کرنے کے بجائے عصر کے وضو ہی سے فائدہ اُٹھایا ہے تو انھوں نے بھی کلی پر ہی اکتفا کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز کی قیادت کی اور پھر آپؐ نے فوراً ہی عشاء کی نماز بھی ادا فرمائی یعنی سفر میں جمع بین الصلوٰتین کرنا سکھایا۔ کاروانِ نبوت کے یہ اسفار محض جہاد کے لیے نہیں تھے بلکہ زندگی کے تمام معاملات کی ادائیگی کے طریقوں کی ایک بھرپور عملی تربیت بھی جاری رہتی تھی۔

راستے کا انتخاب بہترین عسکری عبقریت کا آئینہ دار

رسول اللہ ﷺ نے خیبر جاتے ہوئے بنو غطفان کی آبادی کا رخ کیا۔ آپؐ کا پروگرام یہ تھا کہ آپؐ خیبر میں مدینے کی جانب کے بجائے شام کی جانب سے داخل ہوں تاکہ یہود شام کی طرف پناہ لینے کے لیے نہ بھاگ سکیں۔ اور ایسے مقام سے گزریں کہ مسلمانوں کا لشکر خیبر اور بنو غطفان کے بیچ میں حائل ہو جائے اور بنو غطفان کی کمک کو یہود تک نہ پہنچنے دیا جائے۔

چلتے چلاتے آپؐ ایک مقام پر پہنچ گئے جہاں سے غطفان ۲۴ گھنٹے کے سفر کی دوری (بمع راہ میں مناسب آرام کے وقت کے ساتھ) پر تھے۔ بنو غطفان وعدے کے مطابق یہود کی اِمداد کے لیے چار ہزار کا لشکر لے کر خیبر کے لیے نکلے لیکن بیچ راستے سے اس خوف سے کہ کہیں پیچھے سے آنے والا مسلمانوں کا لشکر اُن کے علاقے میں گھس کر اُن کے گھروں کا صفایا اور گھر والوں کو ٹھکانے نہ لگا دے وہ واپس اپنی آبادی میں آ گئے اور پھر دوبارہ نکلنے کی ہمت نہیں کر پائے۔ اُن کو پچھلی مرتبہ مدینے پر حملہ کرنے جانے پر مارٹن لنگز (ابو بکر سراجؒ) نے قدیم ماخذات سے جو کچھ اپنی معرکۃ الآراء کتاب 'محمد ﷺ' میں اس کی تفصیل لکھی ہے وہ یہ ہے کہ:

"(غطفان کے چار ہزار کے لشکر کے کوچ کرنے کے) ایک دن بعد انھوں نے رات کے وقت عجیب و غریب پکار سنی۔ انھیں معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ یہ پکار کہاں سے آ رہی ہے، زمین سے یا آسمان سے۔ اس پکار نے مسلسل تین بار کہا 'تمھارے لوگ، تمھارے لوگ، تمھارے لوگ' غطفانی اس پکار کا یہ مطلب لیتے ہوئے کہ اُن کے گھر والے خطرے میں ہیں، عجلت میں واپس بھاگے۔ لیکن واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ ہر شے ایسے ہی تھی جیسی چھوڑ کر نکلے تھے۔ لیکن ایک بار واپس آنے کے بعد اُن کا دل دوبارہ روانگی کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ اُن کو ویسے بھی یقین ہو چکا تھا

کہ دوبارہ واپس جانے میں اتنی تاخیر ہو چکی ہے کہ دشمن کو شکست دینے میں اُن کا کوئی حصہ نہیں ہو گا "

جناب صفی الرحمٰن مبارکپوری نے لکھا ہے کہ غطفانیوں نے تیار ہو کر یہود کی امداد کے لیے خیبر کی راہ لے لی تھی لیکن، اثناءِ راہ میں انھیں اپنے پیچھے کچھ شور و شغب سنائی پڑا تو انھوں نے سمجھا کہ مسلمانوں نے ان کے بال بچوں اور مویشیوں پر حملہ کر دیا ہے اس لیے وہ واپس پلٹ گئے اور خیبر کو مسلمانوں کے لیے آزاد چھوڑ دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں ماہرینِ راہ کو بلایا جو لشکر کو راستہ بتانے پر مامور تھے۔ ان دونوں سے آپؐ نے ایسا مناسب ترین راستہ معلوم کرنا چاہا جسے اختیار کر کے خیبر میں شمال کی جانب سے یعنی شام کی جانب سے اُترا جا سکے اور اس طرح اترا جا سکے کہ بنو غطفان اور یہود کے درمیان حائل ہو جائیں۔ ایک راہنما نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میں آپؐ کو ایسے ہی راستے سے لے چلوں گا۔ چنانچہ وہ آگے آگے چلا۔ ایک مقام پر پہنچ کر جہاں متعدد راستے نکلتے تھے عرض کیا: یارسول اللہؐ! ان سب راستوں سے آپؐ منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہر ایک کا نام بتائے۔ اس نے بتایا کہ ایک کا نام حزن (سخت اور کھردرا) ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر چلنا منظور نہ کیا۔ اس نے بتایا: دوسرے کا نام شاش (تفرق و اضطراب والا) ہے۔ آپؐ نے اسے بھی منظور نہ کیا۔ اس نے بتایا: تیسرے کا نام حاطب (لکڑہارا) ہے آپؐ نے اس پر بھی چلنے سے انکار کر دیا۔ حُسَیل نے کہا: اب ایک ہی راستہ باقی رہ گیا ہے۔ عمرؓ نے فرمایا: اس کا نام کیا ہے؟ حُسیل نے کہا: مرحب۔ نبی ﷺ نے اسی پر چلنا پسند فرمایا۔

پڑاؤ کے لیے جگہ کا انتخاب/ حباب بن منذرؓ

نبی ﷺ نے لشکر کے پڑاؤ کے لیے ایک جگہ کا انتخاب فرمایا۔ اس پر حباب بن منذرؓ نے آ کر عرض کیا یارسول اللہؐ! یہ بتلایئے کہ اس مقام پر اللہ نے آپؐ کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا ہے یا یہ محض آپؐ کی جنگی تدبیر اور رائے ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں یہ محض ایک رائے اور تدبیر ہے۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ مقام قلعہ نُطاۃ سے بہت ہی قریب ہے اور خیبر کے سارے جنگ جو افراد اسی قلعے میں ہیں۔ انھیں ہمارے حالات کا پورا پورا علم رہے گا اور ہمیں ان کے حالات کی خبر نہ ہو گی۔ ان کے تیر ہم تک پہنچ جائیں گے۔ اور ہمارے تیر ان تک نہ پہنچ سکیں گے۔ ہم ان کے شب خون سے بھی محفوظ نہ رہیں گے۔

قلعہ نُطاۃ سے قریب پڑاؤ ڈالنے سے منع کرنے والے یہ وہی حباب بن منذرؓ ہیں جنھوں نے اپنی عسکری

معاملات میں گہری بصیرت کی بنا پر میدانِ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے تجویز کردہ پڑاؤ کے پہلے مقام کے مقابلے میں اگلے چشموں تک پہنچ کر پڑاؤ ڈالنے کی تجویز اسی ادب کے ساتھ دی تھی تاکہ مسلمانوں کا پانی پر قبضہ رہے اور دشمن محروم ہو اور کمزور پڑ جائے، رسول اللہ ﷺ نے اس تجویز کو قبول کیا تھا اور معرکۂ بدر میں اس تدبیر کا بڑا فائدہ ہوا تھا۔ اُس موقع پر آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کچھ اس طرح اپنی معروضات پیش کی تھیں:

یا رسولؐ اللہ! کیا اس مقام پر آپؐ کا پڑاؤ اللہ کے حکم سے ہے کہ ہمارے لیے اس سے آگے پیچھے ہٹنے کی کوئی گنجایش نہیں ہے یا آپؐ نے اسے محض ایک جنگی حکمتِ عملی کے طور پر منتخب کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: محض جنگی حکمتِ عملی کے طور پر۔ یہ سن کر حباب بن منذرؓ نے کہا کہ آپؐ آگے تشریف لے چلیں اور قریش کے سب سے قریب جو چشمہ ہو اس پر پڑاؤ ڈالیں۔ پھر ہم بقیہ چشمے بند کر دیں گے اور اپنے چشمے پر حوض بنا کر پانی بھر لیں گے، اس کے بعد ہم قریش سے جنگ کریں گے تو ہمیں پانی میسر رہے گا اور انھیں نہ ملے گا۔

غزوۂ اُحد میں خزرج کے فوجی دستے کا علم حبابؓ بن منذر کو دیا گیا۔ در حقیقت حبابؓ کو پرچم دیا جانا اُن کی جنگی مہارت کا اعتراف تھا۔ حباب بن منذرؓ نے اپنی معروضات پیش کرتے ہوئے مزید عرض کیا یہ مقام کھجوروں کے درمیان ہے۔ پستی میں واقع ہے۔ اور یہاں کی زمین بھی وبائی ہے [صحت کے لیے نامناسب آب و ہوا والی]۔ اس لیے مناسب ہو گا کہ آپؐ کسی ایسی جگہ پڑاؤ ڈالنے کا حکم فرمائیں جو ان مفاسد سے خالی ہو۔ اور ہم اسی جگہ منتقل ہو کر پڑاؤ ڈالیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے جو رائے دی بالکل درست ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے دوسری جگہ کے انتخاب کی ذمہ داری محمد بن مسلمہؓ کے سپرد کی، اُنھوں نے قلعے سے کچھ فاصلے پر بالائی میدانی علاقے کا انتخاب کیا جس کا نام رجیع تھا۔ لوگ چل دیے، جب آپؐ خیبر کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ شہر دکھائی دینے لگا تو آپؐ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ لشکر ٹھہر گیا۔ اور آپؐ نے یہ دعا فرمائی:

- اللھم رب السماوات السبع وما أظللن، — اے اللہ! ساتوں آسمانوں کے، اور جن تمام چیزوں پر وہ سایہ فگن ہیں، اُن کے پروردگار!
- ورب الأرضين السبع وما أقللن، — اور ساتوں زمینوں، اور جن کو وہ اپنے اوپر اور اندر لیے ہوئے ہیں، ان کے پروردگار!
- ورب الشياطين وما أضللن — اور شیاطین کے، اور جن کو انھوں نے گمراہ کیا، ان کے پروردگار!

- فإنا نسألك خير هذه القرية وخير أهلها وخير ما فيها، — ہم تجھ سے اِس بستی کی بھلائی، اس کے باشندوں کی بھلائی اور اس میں جو کچھ ہے اُس کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں۔
- ونعوذبك من شر هذه القرية وشر أهلها وشر ما فيها۔ — اور تیری پناہ مانگتے ہیں اس بستی کے شر سے، اس کے باشندوں کے شر سے، اور اس میں جو کچھ ہے اُس کے شر سے

علی رضی اللہ عنہ کی علم برداری

جب تک مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر حیات تھے، عَلم برداری کے لیے کسی انتخاب کی ضرورت نہیں تھی قریش کی قدیم روایات کے مطابق عَلم (جھنڈا) بنو عبد الدار کے ہاتھوں میں ہوتا تھا اور مسلمانوں کے پاس علم برداری کے قابل جوانمردوں میں بنو عبد الدار کے صرف مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہی تھے اور اُن کی عالی نسبی، بہادری، صبر وایثار، حسن وجمال، شیریں بیانی، دانائی، تقویٰ اور پرہیزگاری جیسی ہمہ وصف شخصیت میں ابو بکر صدیق کے علاوہ کوئی اُن کا ہم پلہ نہیں تھا اور اشاعتِ اسلام اور انصار کے دونوں قبیلوں اور مہاجرین کے درمیان یکساں مقبولیت اور عقیدت کے مرکز ہونے کے ناطے کوئی بھی اُن کا ثانی نہیں تھا۔ اُن کی موجودگی میں کسی اور کو عَلم دیے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا، لشکرِ اسلام کے عَلم کو ہمیشہ اُن کی ذات سے عزت ملی۔ اُن کی اُحد میں شہادت کے بعد مختلف مواقع پر مختلف لوگوں کو علم برداری کا فریضہ سونپا گیا جو اُن کے لیے سعادت کا باعث بنا، اس مرتبہ خیبر کے معرکے میں کون علم اُٹھائے گا، اس بات کے فیصلہ کا اعلان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی تک نہیں کیا تھا۔

رات کو جب خیبر کی حدود میں لشکرِ اسلام داخل ہوا تو آپؐ نے وہیں فرمایا: میں کل عَلم ایک ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے۔ اور جس سے اللہ اور اس کے رسولؐ محبت کرتے ہیں۔ صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک یہی آرزو باندھے اور آس لگائے تھا کہ عَلم اسے مل جائے گا کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مثالی قائد کی مانند ہر ایک سے اتنا مشفقانہ برتاؤ تھا کہ ہر ایک سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اُسے ہی سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ آپؐ نے اس بات کا اپنی ساری زندگی اہتمام کیا کہ مختلف مواقع پر مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم میں پائی جانے والی قابل قدر چیزوں کو تلاش کیا اُن کو نکھارا، قدردانی کی اور برملا تعریف و توصیف کی، یوں بے شمار صحابہ رضی اللہ عنہم تقریباً پہلی صف کے تمام ہی کسی نہ کسی انداز سے تعریف کیے گئے اور اپنی افتادِ طبع اور صلاحیتوں کے اعتبار سے مختلف کاموں کے لیے مامور کیے گئے۔ آج معاملہ یہ ہے کہ دیکھیں علم برداری کس

کو ملتی ہے۔

صبح دم جب فوج کو تیار کیا جارہا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علیؓ بن ابی طالب کہاں ہیں ؟ علیؓ آنکھیں دکھنے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے، صحابہؓ نے کہا: یارسول اللہؐ! ان کی تو آنکھیں دکھنے آئی ہوئی ہے فرمایا: انھیں بلالاؤ۔ جب وہ آپؐ کے سامنے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگایا اور دعا فرمائی تو وہ ایسے شفایاب ہوگئے گویا انھیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ پھر آپؐ نے انھیں عَلم عطا فرمایا اور دعا دی۔ یہ علم پچھلے غزوات کے مقابلے میں ایک بڑا سیاہ رنگ کا عَلم تھا۔ اِسے عائشہ رضی اللہ عنہا کی بابرکت قبا سے تیار کیا گیا تھا، اس کو عقاب کا نام دیا گیا۔ انھوں نے عرض کیا : یارسول اللہؐ! میں ان سے اس وقت تک لڑوں کہ وہ ہماری مانند مسلمان ہو جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اطمینان سے جاؤ یہاں تک کہ اُن کے میدان میں اترو۔ پھر انھیں اسلام کی دعوت دو۔ اور اسلام میں اللہ کے جو حقوق ان پر واجب ہوتے ہیں ان سے آگاہ کرو۔ واللہ تمھارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمھارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ بعض روایات بیان کرتی ہیں کہ خیبر کے ایک قلعے کی فتح میں متعدد بار ناکامی کے بعد علیؓ کو علم دیا گیا تھا لیکن محققین کے نزدیک یہ روایات اتنی بہتر نہیں جتنی یہ ہے کہ خیبر میں ہونے والی اوّلین پیش قدمی میں اور کلی طور پر خیبر کی پوری مہم کی علم برداری کا اعزاز آپؓ کو ملا، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ انفرادی طور پر ہر قلعے پر حملے کی مہم کا علم الگ الگ اصحاب کو ملتا رہا۔ علیؓ کے علاوہ دو پرچم مہاجرین میں سے ابو بکرؓ اور عمرؓ کو دو مختلف دستوں کی قیادت کے لیے دیے گئے اور دو پرچم انصار میں سے سعد بن عبادہؓ اور حباب بن منذرؓ کو دو مختلف دستوں کی قیادت کے لیے دیے گئے۔

دامن خیبر میں

مسلمانوں نے اپنے سفر کی آخری رات خیبر کی دیواروں کے سامنے کھلے میدان میں گزاری۔ نبی ﷺ کا معروف طریقہ جو گزشتہ غزوات سے سامنے آیا تھا کہ جب رات کے وقت کسی قوم کے پاس پہنچتے تو شب خون نہیں مارتے تھے اور صبح سے قبل اُن کے قریب نہ جاتے۔ محرم ۷ ہجری کے چاند کی چوتھی یا پانچویں تاریخ تھی، گھپ اندھیرا، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا، لیکن یہودیوں کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ خیبر پر مکمل سکوت

طاری تھا، خیبر اپنے سقوط کے لیے تیار تھا کہ وہاں سے کسی پالتو جانور کی آواز تک نہیں آئی، یہاں تک کہ مرغ کی بانگ سحر نے خاموشی کو توڑا۔ اذان بھی خاموشی سے دی گئی، اندھیرے میں فجر کے اوّلین وقت میں لشکرِ اسلام نے اپنے رسولؐ کی قیادت میں نماز ادا کی۔ نماز ادا کرنے کے بعد مسلمان سوار ہو کر خیبر کی طرف بڑھے۔ جوں جوں روشنی بڑھتی گئی تو کھجوروں کے سرسبز و شاداب باغات اور اناج کی کھیتیاں ایک شانِ دلفریب سے اُبھرنے لگیں۔ ادھر خیبر سے زراعت پیشہ لوگ بے خبری میں اپنے پھاوڑے، کدال اور ٹوکریاں وغیرہ لے کر کھیتی باڑی کے لیے نکلے تو اچانک مسلمانوں کے ایک مسلح لشکر کو سامنے دیکھ کر شہر کی طرف چیختے ہوئے بھاگے 'واللہ! محمد اور اُن کا لشکر'، 'واللہ! محمد اور اُن کا لشکر'۔ نبی ﷺ نے یہود کی یہ چوکڑی دیکھ کر فرمایا: اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوا، اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوا۔ آپؐ نے سُوْرَۃُ الصّٰٓفّٰت میں وارد ہونے والی ۱۷۷ ویں آیہ کی بات اس صبح پر منطبق کرتے ہوئے یوں ادا کی: "جب ہم ان کے صحن میں اتریں گے تو وہ صبح ان لوگوں کے لیے بہت ہی بری ہوگی جنہیں ڈرایا جا چکا ہے"۔ [ملاحظہ ہو: اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ سُوْرَۃُ الصّٰٓفّٰت، ترجمہ: کیا یہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں؟ جب وہ ان کے صحن میں آ اترے گا تو وہ دن ان لوگوں کے لیے بہت برا ہوگا جنہیں متنبہ کیا جا چکا ہے۔] گویا آپؐ فرما رہے تھے کہ ہم آج یہود کے کرتوتوں کا حساب چکانے عذاب بن کر آئے ہیں

یہود کی جنگی مشاورتی کونسل

یہود نے جب لشکر دیکھا تو قلعہ بند ہو گئے۔ اُنھیں جنگ کے لیے تیار ہو جانا چاہیے تھا، لیکن اُنھیں بڑی مشکل سے یقین آیا تھا کہ "ناچیز" مسلمان اُن پر حملہ آور ہونے کے لیے مدینے سے چل نکلے ہیں۔ اُن کا سارا اعتماد غطفان کی طرف سے آنے والے چار ہزاری لشکر، اپنے پہاڑی ناقابلِ تسخیر قلعوں اور اپنے اسلحہ کے انباروں پر تھا۔ [جب یہ سطور لکھی جا رہی ہیں [اگست ۲۰۲۱]، امریکا افغانستان سے بیس برس کی جنگ میں اپنے ہزاروں فوجی مروا کر اور تین کھرب ڈالر گنوا کر شکستہ حال واپس جا رہا ہے، نیٹو کی کمک، منافقین کا بھرپور تعاون، فوجی برتری اور اسلحہ کے انبار کام نہ آسکے] فوری طور پر جنگی مشاورتی مجلس بلائی گئی۔ تمام قلعوں سے یہودی سردار اور صاحب الرائے افراد اکٹھے ہوئے اور طویل بحث و مباحثے کے بعد متحد ہو کر میدان میں نکلنے کی ہمت نہ کر سکے یہی طے کیا کہ ہر قلعے کے باسی اپنے قلعے کی خود حفاظت کریں۔ علیحدہ علیحدہ گروہوں کی شکل

میں جنگ کرنے کی بنیادی وجہ آپس میں نااتفاقی، لسانی، ثقافتی اور لیڈرشپ کے سیاسی فتنے اور معاشی مفادات میں سبقت کی خواہش تھی، جیسا کہ فی زمانہ عام ہے۔ سیاسی لیڈروں نے اپنے جتھوں کو کرائے کے علماء کے ذریعے مذہبی لڑائی کا رنگ بھی دیا ہوا تھا۔ سرمایہ داروں اور سیاسی لیڈروں کی تنخواہوں سے مذہبی امور کی انجام دہی کی بناپر، جو اُنھیں آخرت کے اجر کے لیے بلا کسی معاوضے کے ادا کرنی چاہیے تھیں۔ معاملہ یہ تھا کہ وہ تورات کے مطابق حق بات کہنے کی جرأت سے محروم ہو گئے تھے اور وہی باتیں کہہ سکتے تھے جو تنخواہ دینے والے پسند کریں۔

یہود کے قلعوں میں علیحدہ علیحدہ دفاعی انتظامات اور جنگ کرنے کے فیصلے کا مسلمانوں کو یہ فائدہ ہوا کہ اُن کی متحدہ دس ہزاری فوج کے مختلف قلعوں میں تقسیم ہو جانے سے بیک وقت بڑی فوج سے ٹکرانے کی خطرناکی کا مداوا ہو گیا تاہم یہ معلوم ہو گیا کہ یہاں ایک طویل المدتی جنگ ہونی ہے اور وہ بھی قلعوں کی فصیلوں سے برسنے والے تیروں سے مقابلے کی۔ مسلمانوں کو دوبدو تلوار سے جنگ کی تو اچھی تربیت تھی مگر وہ تیر روکنے کے لیے ڈھال کے عمدہ استعمال سے زیادہ تربیت یافتہ اور تجربہ کار نہیں تھے۔ ایک ایک قلعے کو انفرادی طور پر سقوط کی حد تک لانے میں وقت بہت لگ جائے گا۔ یہود کو اپنے قلعوں پر بڑا ناز تھا، اُن کا کہنا یہ تھا کہ یہ بنو نضیر یا بنو قریظہ کے قلعے نہیں ہیں کہ باآسانی فتح کیے جا سکیں۔ اُن کے دونوں حصوں کی پہلی دفاعی لائن پر بڑے مضبوط ناعم، زبیر اور قموص جیسے مضبوط قلعے تھے، مسلمانوں کے لیے تیروں کی بارش کے دوران اِن کی فصیلوں کو عبور کرنا ایک کارے دارد تھا۔ خیبر میں جہاد و قتال کی تفصیل سے قبل کچھ یہاں کے قلعوں کی اہمیت اور خصوصیات کے بارے میں معلومات قارئین کے لیے فائدہ مند ہوں گی۔

معرکے کا آغاز اور پہلی شہادت

مسلمانوں کے سامنے سب سے پہلے قلعہ ناعم تھا، اللہ کا نام لے کر سب سے پہلے اُسی پر حملہ کا فیصلہ کیا گیا۔ کیوں کہ یہ قلعہ اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے یہود کی پہلی دفاعی لائن کی حیثیت رکھتا تھا، اسے فتح کیے بغیر خیبر کی فتح ممکن نہ تھی۔ یہی قلعہ مرحب نامی اس جانباز یہودی پہلوان کا قلعہ تھا جسے یہود ایک ہزار مردوں کے برابر گردانتے تھے۔ اِس قلعے میں مرحب ہی کی طرح مشہور جنگ باز اُس کے دو بھائی حارث اور یاسر بھی تھے۔ اِن تین بھائیوں کے علاوہ دو (۲) اور مشہور جنگ جو عامر اور اُسَیر بھی اس قلعے کی حفاظت پر مامور تھے۔

اُس زمانے کی فوجوں میں کسی ایک بڑے ماہر جنگ کا ہونا ہی بسا اوقات فتح میں اہم کردار ادا کرتا تھا۔ غزوہ بدر میں ہم سیّدنا حمزہؓ کا اور اُحد میں نبی ﷺ کی شمشیر کا حق ادا کرنے والے ابودجانہؓ کا کردار دیکھ چکے ہیں۔

خیبر میں یہود کے قلعوں کی تفصیل

نصف اوّل، نطاۃ		نصف دوم، شق	
۱. حصن ناعم	۵. حصن نزار	۱. حصن شق	۴. حصن وطیح
۲. حصن صعب	۶. حصن سموان	۲. حصن کتیبہ	۵. حصن السلالم
۳. حصن زبیر	۷. حصن نطاۃ	۳. حصن قموص	۶. حصن ابوعتیق
۴. حصن اُبی			

عیینہ بن حصن کی قیادت میں غطفانیوں کا ایک وفد بھی قلعہ ناعم میں یہودیوں کو اپنی وفاداری اور وعدے کی پاسداری کا یقین دلانے آیا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ اُس سے سعد بن عبادہؓ بات کریں اور اُسے سمجھائیں کہ وہ بیچ سے نکل جائے اور ہمارے اور یہود کے درمیان نہ پڑے۔ عیینہ کو سعدؓ نے ملاقات کے لیے پیغام بھیجا تو اُس نے مرحب سے کہا کہ سعدؓ کو قلعے میں بلایا جائے تاکہ وہ قلعہ دیکھ کر مرعوب ہو، لیکن مرحب نے انکار کر دیا کہ اس طرح وہ ہمارے بارے میں معلومات حاصل کر لیں گے، تم باہر جا کر ہی بات کر لو۔ عیینہ نے سعدؓ سے قلعے سے باہر آ کر بات کی اور سعدؓ کی تجویز اور کسی بھی پیش کش کو ٹھکرا دیا جو اُنھوں نے غطفانیوں کے یہودیوں اور مسلمانوں کے بیچ سے نکل جانے کے لیے اُس کے سامنے رکھیں۔ جب مسلمانوں کا قلعہ ناعم پر حملہ شروع ہوا تو وہ واپس اپنے مقام حیفا چلا گیا اور چاہا کہ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے اُس کی قوم چلے لیکن وہ اتنی ڈری ہوئی تھی کہ آمادہ نہیں ہوئی۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ کم و بیش ایک ماہ بعد جب یہود مکمل شکست کھا گئے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ ہمیں مناسب حصہ دیا جائے کہ ہم نے یہود کا ساتھ نہیں دیا، سعدؓ نے کہا کہ اس بدّو کو ایک کھجور بھی نہیں دی جائے، یہ سُن کر اُس نے کچھ دھمکی آمیز ٹیڑھی بات کی اور جب اُسے ویسا ہی جواب مل گیا اور دال کچھ نہ گلی تو وہ اپنا سامنہ لے کر واپس چلا گیا۔

پہلے ہی دن شدید لڑائی ہوئی۔ ایک مرحلے پر مسلمان تیروں کی بارش سے بچنے کے لیے قلعے سے دور تھے

اور لڑائی رک گئی تھی، شدید دھوپ اور گرمی تھی، قلعے کے سائے میں ایک مناسب جگہ جس پر قلعے والوں کی نظر کی امید نہ تھی محمود بن مسلمہؓ جا کر لیٹے اور سو گئے۔ مرحب نے اُنھیں دیکھ لیا تھا، اُس نے اوپر سے ایک بڑا پتھر اُن پر گرادیا، خود (آہنی ہلمٹ) نے اُن کے سر کو بری طرح زخمی کر دیا، اُنھیں کیمپ میں امداد اور مرحم پٹی کے لیے لایا گیا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکے اور شہید ہو گئے، محمودؓ، محمد بن مسلمہؓ کے بھائی تھے۔

قلعہ ناعم کے سامنے کئی دن گزر گئے، مسلمانوں کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی، بلکہ تیروں کو ڈھالوں پر روک نہ سکنے میں مہارت کی کمی کی بنا پر پہلے ہی روز یہود کی تیر اندازی سے ۲۵ مسلمان زخمی ہوئے، جن کی تیمار داری ااور مرہم پٹی میں ساتھ آئی ہوئی خواتین، رجیع میں قایم کردہ معالجے کے کیمپ میں مصروف رہیں۔

فتوحات کا آغاز، تین چھوٹے قلعوں کا سقوط [حصن نطاۃ، حصن شق اور حصن کتیبہ]

محاصرے کی ساتویں شب میں عمر بن الخطاب کی کمان میں پہرہ دینے والی ٹیم نے جاسوسی کے لیے آنے والے ایک یہودی 'سماک' کو پکڑ لیا۔ اس یہودی نے جان بخشی کے وعدے پر اپنی قوم کے دفاعی راز اور دفاعی کمزوریوں پر سے پردہ اُٹھایا۔ اُس نے بتایا کہ کون سے قلعے دفاعی لحاظ سے کم زور ہیں اور باآسانی فتح کیے جا سکتے ہیں۔ یہودیوں کے اس فیصلے نے کہ ہر قلعہ اپنی مدافعت خود کرے گا، مسلمانوں کو پہلے قلعے پر سے اپنی فوج کے ایک حصے کو اُٹھانے میں کوئی رکاوٹ یا پریشانی پیش نہیں ہوئی۔ یہودی جاسوس کی مہیا کردہ معلومات سے حصن نطاۃ پر دھاوا بولا گیا جس کا دفاعی معاملہ بس یونہی سا تھا اور یہاں گرفتار ہونے والے یہودی جاسوس کی مدد سے خفیہ جگہوں پر اسٹور کیا ہوا اسلحہ کا بڑا ذخیرہ بھی ملا، جس میں منجنیقیں اور حفاظتی سائبان بھی شامل تھے، نطاۃ میں یہود کا ایک بڑا سردار سلام بن مشکم مارا گیا، جو حارث (زہر ملانے والی عورت زینب کا شوہر) کا داماد تھا، ہر چند کہ سلام بن مشکم بیمار تھا لیکن اُس کی آنا نے اُسے محفوظ جگہ منتقل نہیں ہونے دیا۔ کئی دن بعد پہلی کامیابی نے مسلمانوں کے حوصلے بڑھا دیے ایک، ایک منجنیق اور دو، دو حفاظتی سائبانوں کے سیٹ بنائے گئے اور اِن مشینوں کے ذریعے دو (۲) دوسرے آسان قلعے حصن شق اور حصن کتیبہ ایک کے بعد ایک قابو میں کر کے فتح کر لیے گئے تاہم جیسا کہ یہودی جاسوس نے معلومات مہیا کی تھیں حصن صعب آسان ثابت نہیں ہوا۔ حصن صعب سے نبٹنے کا معاملہ فوری طور پر ملتوی کر دیا گیا۔

قلعہ ناعم پر دوبارہ حملہ اور شہادت عامر بن الاکوع

مشینوں اور مفتوحہ قلعوں سے حاصل ہونے والے سامان، معلومات اور سب سے بڑھ کر فتوحات سے ملنے والی حوصلہ افزائی کے ساتھ دوبارہ قلعہ ناعم پر حملہ کیا گیا۔ علم بردارِ لشکر علی مسلمانوں کی فوج لے کر اس قلعے کے سامنے پہنچے اور یہود کو اسلام کی دعوت دی۔ تو انھوں نے یہ دعوت مسترد کر دی۔ علیؓ یہود کے قلعہ کے قریب پہنچے تو ایک یہودی نے قلعہ کی چوٹی سے جھانک کر کہا: تم کون ہو؟ علیؓ نے کہا کہ میں علیؓ بن ابی طالب ہوں۔ یہودی نے کہا: وہ کتاب جو موسیٰؑ پر نازل کی گئی گواہی دیتی ہے کہ تم لوگ کام یاب ہوئے!

جلد ہی اس قلعے کی حفاظتی فوج اپنے بادشاہ مرحب کی کمان میں مسلمانوں کے مد مقابل آ کھڑی ہوئی۔ مرحب کے نامور جنگ جو بھائی حارث نے سامنے آکر دعوتِ مبارزت دی۔ علیؓ اُس کے مقابلے کے لیے آئے۔ خیبر کی جنگ میں علیؓ سے یہ اشعار منسوب ہیں:

أنا الذی سمتنی أمی حیدرہ	کلیث غابات کریہ المنظرہ	أوفیھم بالصاع کیل السندرہ
میں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔	جنگل کے شیر کی طرح خوفناک،	میں انھیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پر رکھوں گا

دونوں میں بڑا زوردار مقابلہ ہوا، انجامِ کار علی نے مرحب کے بھائی کا کام تمام کر دیا۔

اپنے بھائی کے اس انجام کو دیکھ کر مرحب نے میدان جنگ میں اتر کر دعوتِ مبارزت دی، سلمہ بن اکوعؓ نے بیان کیا ہے کہ "جب ہم لوگ خیبر کے قلعہ ناعم کے سامنے پہنچے تو ان کا بادشاہ مرحب اپنی تلوار لے کر سپاہیانہ انداز و غرور کے ساتھ ناچتا کودتا یہ اشعار پڑھتا ہوا سامنے آیا:

قد علمت خیبر أنی مرحب	شاکی السلاح بطل مجرب	إذا الحروب أقبلت تلھب
خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں	ہتھیار پوش، بہادر اور تجربہ کار!	جب جنگ و پیکار شعلہ زن ہو۔

اس کے مقابل میرا بھائی عامرؓ مقابلے کے لیے آیا اور کہا:

قد علمت خیبر أنی عامر	شاکی السلاح بطل مغامر
خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں	ہتھیار پوش، شہ زور اور جنگ جو

پھر دونوں ایک دوسرے پر حملے کرنے لگے۔ مرحب کی تلوار میرے بھائی عامر کی ڈھال میں جا چبھی اور اُس نے مرحب کو نیچے پنڈلی پر مارنا چاہا۔ لیکن ان کی تلوار چھوٹی تھی۔ اُس نے یہودی کی پنڈلی پر وار کیا تو تلوار کا سرا پلٹ کر ان کے گھٹنے پر آ لگا۔" عامر مزید نہیں لڑ سکے اور مرحب بھی اُنھیں قتل نہیں کر پایا۔ اُس کے مقابلے کے

لیے محمد بن مسلمہؓ سامنے آ گئے، جس کی تفصیل ہم ذرا عامر کی شہادت کے تذکرے کے بعد جاری رکھتے ہیں۔

عامر جیسے بہادر جاں باز کا شدید زخمی ہو جانا مسلم سپاہ کا ایک بڑا نقصان تھا، وہ بڑے سپاہی ہی نہیں بڑے شاعر اور بڑے جوش و جذبے سے پڑھنے والے حدی خواں بھی تھے، زخمی ہو کر اُنھوں نے مراد پالی تھی یا پانے کے قریب آ لگے تھے، انھیں رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت محسوس ہونے لگی! کچھ وقت بعد عامرؓ کے زخم سے بہت زیادہ خون بہہ جانے کے باعث کیمپ کے اندر اُن کی شہادت ہو گئی۔ نبی ﷺ نے اپنی دو انگلیاں اکٹھا کر کے ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کے لیے دوہرا اجر ہے۔ وہ بڑے جانباز مجاہد تھے۔ کم ہی ان جیسا کوئی عرب رُوئے زمین پر چلا ہو گا۔ اِن کی میدان جنگ سے باہر شہادت پر ایک صحابیؓ نے رائے دی کہ اُنھیں شہید نہیں کہا جا سکتا، رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سُنی تو فرمایا کہ جو کوئی بھی ایسا کہتا ہے، وہ جھوٹ کہتا ہے۔ وہ جنت کے باغوں سے اس طرح گزر رہا ہے، جیسے کوئی تیراک پانی سے گزرتا ہے۔

مرحب کا قتل

میدان میں مرحب اپنے بھائی حارث کے قتل پر غضبناک کھڑا اپنے رجزیہ اشعار دہرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کوئی ہے جو مجھ سے لڑنے کے لیے میدان میں آ سکے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو اس کے مقابلے کے لیے نکلے؟ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ میں اس سے مقابلے کے لیے تیار ہوں، اللہ کی قسم میں نے ابھی تک اپنے مقتول بھائی کا بدلہ نہیں لیا، میں اُس کے قاتل کو قتل کرنا چاہتا ہوں، اِس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا فقم الیہ، اللھم اعنہ۔ یعنی اس سے مقابلے کے لیے اُٹھو، اے اللہ اس کے (یعنی مرحب کے) خلاف اِس کی (یعنی محمد بن مسلمہؓ کی) مدد فرما۔

اسلام کو حق جاننے کے باوجود، ایک بنو اسرائیل کے نسلی تفوّق کا جھنڈا لیے اس حال میں میدان میں کھڑا تھا کہ اُس کے بھائی (حارث) کو علیؓ بن ابی طالب نے اسی انکارِ حق کے جرم میں گزشتہ روز ہلاک کیا تھا اور اُس کے سامنے ایک محمد ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کرنے والا (محمد بن مسلمہؓ) اللہ کی راہ میں شہادت کا آرزومند وہ کھڑا تھا جس کے بھائی (محمود بن مسلمہؓ) کو اُس کے مدِّ مقابل مرحب نے پتھر سے کچل کر شہید کیا تھا۔ دونوں، اپنے اپنے دین کے شیدائی پوری غضبناکی سے ایک دوسرے پر وار کر رہے تھے۔ ایک گوند کا درخت (غالباً کیکر کا) اُن دونوں کے درمیان آ گیا، دونوں ایک دوسرے کے وار سے بچنے کے لیے اُس کی آڑ لیتے رہے یہاں تک

کہ وہ درخت اِن کی تلواروں کی ضربوں سے ٹنڈ منڈ ہو گیا۔ محمد بن مسلمہؓ نے اپنے واروں سے اُس کے پاؤں کاٹ ڈالے کہ اُس نے بڑی مہارت سے ڈھال کے ذریعے اپنی گردن کو محفوظ رکھا تھا، ایک ہزار مردوں کی برابری کی شہرت والا مشہور یہودی پہلوان گر کر تڑپنے لگااور درخواست کر رہا تھا کہ اُس کا سر کاٹ کر اُسے تکلیف سے نجات دی جائے۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا نہیں بلکہ تو اسی طرح موت کا ذائقہ (آہستہ آہستہ) چکھ، جس طرح میرے بھائی نے چکھا۔ علی بن ابی طالبؓ نے (غالباً اُس پر رحم کھا کر، آسان موت دینے کے لیے آگے بڑھ کر اُس کی گردن سر سے جدا کر دی)۔ جیسا کہ قتل کرنے والا مقتول کے اسلحہ کا حق دار ہوتا ہے، علیؓ بن ابی طالب اور محمدؓ بن مسلمہ دونوں مرحب کی تلوار، نیزہ، خود اور ڈھال کے دعوے دار تھے، رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا اور مرحب کا سارا اسلحہ محمد بن مسلمہؓ کو عطا کیا جائے۔

تاریخ میں یہ معاملہ بڑا مختلف فیہ ہے کہ مرحب کو کس نے قتل کیا، ایک جماعت؛ ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، واقدی اور متعدد مورخین محمد بن مسلمہؓ کو اُس کا قاتل بیان کرتے ہیں جب کہ ایک دوسری جماعت اوپر بیان کی ہوئی واقدیؒ کی تفصیل سے بالکل مختلف دوسری تفصیل بیان کرتی ہے جس میں محمد بن مسلمہ نے مرحب سے کوئی زور آزمائی ہی نہیں کی بلکہ اُس کی دعوتِ مبازرت پر علیؓ آگے بڑھے اور ایک ہی وار میں اُس کے سر کو چیر دیا۔ واللہ اعلم

قلعہ ناعم کی فتح کی تکمیل

مرحب کے مارے جانے پر اُس کا تیسرا اُسی کی طرح مشہور جنگ جو بھائی یاسر یہ کہتے ہوئے نکلا کہ کون ہے جو میرا مقابلہ کرے گا۔ (یاد رہے کہ مرحب سے پہلے اُس کا ایک بھائی حارث، علیؓ کے ہاتھوں مارا جا چکا تھا) اس کے اس چیلنج پر زبیرؓ بن العوام میدان میں اترے اور دونوں ایک سے ایک بڑھ کر ماہر تلوار زنوں نے اپنے اپنے فن کا بے مثال مظاہرہ کیا، جسے دیکھ کر یہ نہیں جانا جا سکتا تھا کہ کون دوسرے پر زبردست ہے۔ مسلمانوں کے کیمپ سے دیکھنے والی زبیرؓ کی ماں صفیہؓ نے کہا: یارسول اللہؐ! کیا میرا بیٹا قتل ہو جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں! بلکہ تمھارا بیٹا اسے قتل کرے گا۔ چناں چہ زبیرؓ نے یاسر کو قتل کر دیا۔

قلعہ ناعم کی فتح کی تکمیل ایک زور دار لڑائی کے بعد ہو پائی، جس میں کئی سربرآوردہ یہودی مارے گئے۔ جن میں عامر بدستِ مبارک علیؓ اور اُسیر بدستِ مبارک محمد بن مسلمہؓ مارا گیا۔ باقی یہودیوں میں

مزاحمت کی ہمت نہ رہی۔ چناں چہ وہ مسلمانوں کی پیش قدمی نہ روک سکے، جب کہ وہ اسلحہ اور نفری دونوں اعتبارات سے مسلمانوں کے مقابلے میں فائق و برتر تھے۔ یہودی مسلمانوں کو قابو کرنے سے مایوس ہو کر چپکے چپکے ناعم سے منتقل ہو کر قلعہ صعب میں چلے گئے اور مسلمانوں کا قلعہ ناعم پر قبضہ مکمل ہو گیا۔ تاہم بھاگنے والوں کے پیچھا کرتے ہوئے مسلمانوں کا رخ قلعہ صعب بن معاذ کی طرف ہو گیا۔

قلعہ صعب بن معاذ

مسلمانوں کے عظیم ماہر حرب و دفاع حُباب بن منذر انصاریؓ کو قلعہ صعب بن معاذ پر حملہ کی کمان سونپی گئی۔ انھوں نے تین روز تک اس کے گرد محاصرہ قایم رکھا۔ اس محاصرے کے دوران دشمن کی بکریوں کا ایک ریوڑ قلعے کی طرف جا رہا تھا، رسول اللہ ﷺ کی فرمائش پر ابو لیسرؓ نے بھاگ کر دو بکریاں پکڑیں اور دونوں کو ہاتھوں کے نیچے بغل میں دبائے بھاگے لے آئے، دنیا میں وفات پانے والے وہ آخری صحابی تھے، اُنھیں اپنے مرنے تک یہ واقعہ خوب یاد تھا، کہا کرتے تھے کہ کتنے ہی اصحابؓ نے اِس کا گوشت چکھا اور جب وہ موت کی آغوش میں ہیں تو سب ہی اس دنیا سے آخرت کی جانب اُن سے پہلے جا چکے ہیں۔ تیسرے دن رسول اللہ ﷺ نے اس قلعہ کی فتح کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔ اس کی فتح کے لیے جو دعا مانگی گئی اُس میں آپؐ نے اللہ سے یوں فریاد کی: یا اللہ! تجھے ان (مسلمان مجاہدین) کا حال معلوم ہے، تو جانتا ہے کہ ان کے اندر قوت نہیں اور میرے پاس بھی کچھ نہیں کہ میں انھیں (کھانے کے لیے) دوں۔ لٰہذا انھیں یہود کے ایسے قلعے کی فتح سے سرفراز فرما جو (غذا کی فراہمی کے حوالے سے) سب سے زیادہ کار آمد ہو۔ اور جہاں سب سے زیادہ خوراک اور چربی دستیاب ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے بعد جب مسلمانوں نے حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے قلعہ صعب بن معاذ کا مسلمانوں کے ہاتھوں سقوط فرما دیا۔ خیبر میں کوئی ایسا قلعہ نہ تھا جہاں اس قلعے سے زیادہ خوراک اور چربی ملی ہو۔ اس قلعے کے اسلحہ خانوں سے مسلمانوں کے ہاتھ صرف غذائی اشیا نہیں آئیں بلکہ منجنیق اور دبابے (حفاظتی سائبان) بھی ملے۔ فوج کی غذائی اور عسکری ضروریات کو اللہ نے اس قلعے کی فتح سے نصرت بخشی، یوں قلعہ صعب بن معاذ غذا کی فراہمی کے اعتبار سے ناعم سے بھی بڑھ کر تھا۔

قلعہ زبیر کی فتح

سقوطِ ناعم، صعب، نطاۃ، شق اور کتیبہ کے بعد اِن قلعوں کے باسی نکل کر قلعہ زبیر میں جمع ہو گئے۔ یہ

منطقہ نطاۃ ہی کا نہیں بلکہ خیبر کا سب سے مضبوط اور حقیقی معنوں میں ناقابلِ تسخیر قلعہ تھا۔ یہ تاج کی مانند پہاڑی چٹانوں کی بلندی پر تعمیر کیا گیا تھا۔ راستہ بہت پیچیدہ اور مشکل ڈھلوانوں پر تھا۔ اِن ڈھلوانوں کے علاوہ باقی اطراف ناقابلِ عبور چٹانوں سے گھری ہوئی تھیں، الغرض یہاں پیادہ یا سوار حملہ آور فوج کو اندر جانے کے لیے سوائے دروازوں کے سامنے کی مشکل چڑھائی والی ڈھلانوں کے کوئی اور راستہ نہ تھا، جن پر یہود کے حفاظتی تیر انداز دستے اس طرح متعین تھے کہ بصد کوشش اور مشکل سے چڑھنے والے اُن کے تیروں کی ضد میں رہتے، چناں چہ قلعے کے دروازوں تک حملہ آوروں کا زندہ اوپر پہنچ جانا ناممکنات میں سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے تیروں کی مار کی حد سے ہٹ کر قلعے کے گرد محاصرہ سخت کر دیا، قریبی قلعے کا ایک 'غزال' نامی یہودی جس کے اِس قلعے والوں سے مخاصمت اور دشمنی کے تعلقات تھے، نبی ﷺ سے ملاقات کے لیے آیا اور اپنی اور اپنے خاندان والوں کی جان اور جائیداد کے تحفظ کی یقین دہانی حاصل کر کے کہا کہ: اے ابوالقاسم! اگر ایک ماہ بھی محاصرہ جاری رہے تو محصورین کو کوئی نقصان نہیں ہو گا اور حملہ آور لاچار اور نامراد رہیں گے۔ اُس نے قریبی ایک زیرِ زمین چشمے سے نکلنے والی پانی کی ایک نہر کی نشان دہی کی جو اس قلعے کے نیچے سے گزرتی ہے اور اسی پانی پر کل قلعے کی آبادی کا انحصار ہے۔ اہلِ قلعہ کے پاس پانی کا کوئی ذخیرہ نہیں ہے، نہر تک رسائی کے لیے پتھریلے زینے ہیں، جن سے اُتر کر پانی لے لیا جاتا ہے، اگر اس نہر کو بند کر دیا جائے تو محصورین پیاس سے تنگ آکر چند روز میں ہتھیار ڈال دیں گے۔ جب مسلمانوں نے ایک بند باندھ کر پانی کی سپلائی منقطع کر دی تو یہودی مجبوراً جنگ کے لیے باہر آئے، اب ڈھلوانوں پر سے نیچے اُترتی فوج کو نیچے مضبوطی سے قدم جمائے لشکر کا مقابلہ آسان نہیں تھا، خوں ریز جنگ کے بعد یہود نے شکست کھائی اور اس قلعے کا بھی سقوط مکمل ہو گیا۔

قلعہ ابی کی فتح

حصن ابی، دور افتادہ، پیچیدہ راستوں پر بلند و بالا قلعہ تھا۔ ابودجانہؓ، سماک بن خرشہ، اُحد کے ہیرو، کی قیادت میں ابی پر حملہ کیا گیا۔ قلعہ زبیر سے شکست کھانے کے بعد یہود، حصنِ ابی میں قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے اس کا بھی محاصرہ کر لیا۔ اب کی بار دو گھڑ سوار جانباز یہودی یکے بعد دیگرے دعوتِ مبارزت دیتے ہوئے میدان میں اترے۔ اور دونوں ہی مجاہدین کے ہاتھوں مارے گئے۔ دوسرے یہودی کے قاتل سُرخ پٹی والے ابودجانہ سماک بن خرشہ انصاریؓ تھے۔ وہ دوسرے یہودی کو قتل کر کے نہایت تیزی سے قلعے میں جا گھسے۔ اور ان کے ساتھ ہی اسلامی لشکر بھی قلعے میں جا گھسا۔ قلعے کے اندر کچھ دیر تک تو زوردار جنگ ہوئی

لیکن اس کے بعد یہودیوں نے قلعے سے کھسکنا شروع کردیا۔اور بالآخر سب کے سب بھاگ کر قلعہ نزار میں پہنچ گئے ،جو خیبر کے نصف اوّل (یعنی پہلے منطقے) کا آخری قلعہ تھا۔اس قلعے کی فتح کا سہرا اُحُد کے ہیرو سُرخ پٹی والے ابو دجانہ سماک بن خرشہ انصاریؓ کے سر بندھا۔یہاں دو یہودی ہلاک ہوئے اور ایک مسلمان شہید۔اس قلعے سے بھی کھانے پینے کا بہت سامان دستیاب ہوا اور بھیڑ بکریاں بھی ملیں۔

قلعہ نزار کی فتح

یہ قلعہ بھی علاقے کا ایک مضبوط قلعہ سمجھا جاتا تھا اور یہود کو تقریباً یقین تھا کہ مسلمان اپنی ساری کوششوں کے باوجود اس قلعہ میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔اس لیے اس قلعے میں انھوں نے عورتوں اور بچوں کو رکھا تھا جب کہ سابقہ کسی قلعے میں عورتوں اور بچوں کو نہیں رکھا گیا تھا۔

مسلمانوں نے اس قلعے کا سختی سے محاصرہ کیا۔اور یہود پر شدید دباؤ ڈالا لیکن قلعہ چونکہ ایک بلند اور محفوظ پہاڑی پر واقع تھا اس لیے اس میں اندر تک رسائی کی کوئی بات نہیں بن پا رہی تھی۔یہود قلعے سے باہر نکل کر مسلمانوں سے دوبدو ٹکرانے کی جرأت نہیں کر رہے تھے۔البتہ تیر برسا برسا کر اور پتھر پھینک پھینک کر جس کا اُنھیں بہت تجربہ اور عمدہ موقع حاصل تھا سخت مقابلہ کر رہے تھے۔

جب اس قلعہ (نزار) کی فتح مسلمانوں کے لیے زیادہ دشوار محسوس ہونے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے منجنیق کے آلات نصب کرنے کا حکم فرمایا۔اور ابھی چند ہی گولے پھینکے تھے کہ قلعہ کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں جنھون نے دیوار کو کمزور کر دیا اور مسلمانوں کو دیوار کا کچھ حصہ توڑ کر اندر گھسنے کا موقع مل گیا، جس کے بعد قلعے کے اندر سخت جنگ ہوئی، جس میں یہود نے ایسی شکست کھائی کہ وہ سابقہ قلعوں سے جس طرح چپکے چپکے بمع عورتوں اور بچوں کے کھسکے تھے یہاں سے فرار ہوتے وقت اپنی عورتوں اور بچوں کو نہ لے جا سکے۔

اس مضبوط قلعے نزار کی فتح کے ساتھ خیبر کا نصف یعنی منطقہ اوّل یعنی نطاۃ کا علاقہ فتح ہو گیا۔اس علاقے میں چھوٹے چھوٹے کچھ مزید قلعے بھی تھے۔لیکن اس قلعے کے فتح ہوتے ہی یہودیوں نے ان باقی ماندہ قلعوں کو بھی خالی کر دیا۔اور شہرِ خیبر کے دوسرے منطقے کی جانب جس بھی قلعے کی طرف سینگ سمائے، ادھر بھاگ گئے۔

خیبر کے نصف ثانی پر حملہ

نطاۃ کا علاقہ فتح ہو چکا تو رسول اللہ ﷺ نے خیبر شہر کے منطقہ دوم یعنی شق کے علاقے کا رخ کیا۔ اُدھر نطاۃ کے علاقوں سے شکست کھا کر بھاگنے والے سارے یہودی بھی یہیں پہنچے اور اپنی حد تک نہایت ٹھوس قلعہ بندی کرلی۔ یہود کی کثیر فوج اب یکجا ہوتی جا رہی تھی اور تعداد میں دس ہزار تک پہنچ گئی تھی لیکن اِن کے تمام بڑے جنگ آزما، ماہر لڑاکو جرنیل مارے جا چکے تھے، باقی ماندہ فوج غولِ بیابانی کی مانند قیادت سے محروم تھی اور شکست پر شکست کھا کر اتنی ڈرپوک ہو چکی تھی کہ پہلے سے موجود تازہ دم فوج کے مورال کو بھی نقصان پہنچا رہی تھی، اس کے مقابلے میں مسلمانوں کو ایک کے بعد ایک مسلسل فتوحات نے بہت پر امید اور شوقِ شہادت نے بہت دلیر کر دیا تھا۔ اس منطقے کے شق اور کتیبہ کے قلعے تو پہلے ہی ہاتھ آ چکے تھے۔ قموص، سلالم، وطیح اور ابو عتیق باقی تھے۔ اس منطقے میں ابو الحقیق کا بیٹا کنانہ بن ابی الحقیق بادشاہ کی حیثیت رکھتا تھا، ذیل کی سطور میں اس کا اور اس کے بھائیوں کا تعارف دیا جا رہا ہے۔

سلالم بنو نضیر کے ایک مشہور یہودی ابو الحقیق کا قلعہ تھا۔ ابو الحقیق کے تین بیٹے تھے:

- پہلا عبد اللہ بن ابی الحقیق یا سلام بن ابی الحقیق تھا جس کی کنیت ابو رافع تھی۔ یہ اسلام کا زبردست دشمن، ایک دولت مند تاجر تھا رسول اللہ ﷺ کی شان میں نہایت ہی بدترین گستاخ اور بے ادب تھا۔ یہ حُیی بن اخطب کے ساتھ مکہ گیا اور احزاب کو مدینہ پر چڑھا لانے میں اس کا بڑا ہاتھ تھا، حُیی بن اخطب تو بنو قریظہ کے ساتھ قتل ہو گیا تھا، اس کو عبد اللہ بن عتیک نے غزوہ احزاب (خندق) کے بعد اس کے قلعے میں جا کر رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے قتل کر دیا تھا۔
- اس کا دوسرا بیٹا کنانہ بن ابی الحقیق تھا جس نے غزوہ خندق سے دو ماہ قبل ہی حُیی بن اخطب کی بیٹی صفیہ سے شادی کی تھی جو کچھ روز بعد اُمُّ المؤمنین بننے والی تھیں۔ یہ وہی کنانہ تھا جو بنو نضیر کے مدینے سے اخراج کے وقت سونے کے زیورات اور ہیرے جواہر اچھالتا اور مسلمانوں کو دکھاتا نکلا تھا، اسی نے بنو غطفان کو چار ہزار مردانِ جنگی خیبر کے دفاع کے لیے نصف پیداوار پر آمادہ کیا تھا۔
- ابو الحقیق کا تیسرا بیٹا ربیع بن ابی الحقیق تھا جس نے خیبر سے نکلتے وقت خزانے کو چھپانے میں کنانہ کی مدد کی تھی اور انجام کار رسول اللہ ﷺ نے کنانہ اور ربیع دونوں کو معاہدے کے مطابق قتل کرا دیا تھا۔

یہودی انتہائی مایوس اور ناامید ہو چکے تھے، بس کنانہ بن ابی الحقیق کو کچھ آس یہ تھی کہ بنو غطفان کے چار ہزار

جنگ جو آ کرانِ ۱۴۰۰ مسلمانوں سے کھلے میدان میں نبٹیں گے جن سے دس ہزار یہودی اپنے مضبوط قلعوں میں نہیں نبٹ پائے۔اس منطقے کے باقی تینوں قلعوں کا محاصرہ کرلیا گیا۔ یہ محاصرہ چودہ روز جاری رہا، قموص سے یہودی باہر جنگ کے لیے نکلے شدید جنگ ہوئی، یہیں سے صفیہؓ گرفتار ہوئیں۔

قموص کے سقوط کے بعد سلالم اور وطیح باقی رہ گئے۔ قموص کی شکست نے کنانہ کو شکست تسلیم کرنے پر مجبور کردیا مگر یہود اپنے قلعوں سے نکل ہی نہیں رہے تھے۔ یہاں تک کہ محاصرے کو ۱۴ روز گزر گئے تو رسول اللہ ﷺ نے قصد فرمایا کہ منجنیق نصب فرمائیں۔ جب یہود کو تباہی کا یقین ہو گیا تو کنانہ نے رسول اللہ ﷺ سے معافی مانگ کر اپنی جائدادیں اور مال چھوڑ کر جان بچانے کے لیے سلسلۂ جنبانی کی۔اس مقصد کے لیے شماخ نامی ایک یہودی سفیر قلعے سے باہر نکلا جسے مسلمانوں نے پکڑ کر آپ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔اُس نے کہا کہ کنانہ آپؐ سے شکست تسلیم کر کے معافی مانگنے اور جان کی امان طلب کرنے آنا چاہتا ہے آپؐ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ کنانہ اپنے عزیزوں اور یہودی سرداروں کے ساتھ آیا اور اس نے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر درج ذیل شرائط پر ہتھیار ڈال دیے:

۱. قلعے میں جو فوج ہے اس کی جان بخشی کر دی جائے گی۔
۲. عورتیں اور بچے انھیں کے پاس رہیں گے۔یعنی انھیں لونڈی اور غلام نہیں بنایا جائے گا۔
۳. وہ اپنے بال بچوں کو لے کر خیبر کی سرزمین سے نکل جائیں گے۔
۴. اپنے اموال، باغات، زمینیں، سونے، چاندی، گھوڑے، اسلحہ، رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیں گے۔
۵. خیبر سے جلاوطن ہوتے ہوئے اوپر مذکورہ چیزوں کے علاوہ اپنی سواریوں پر جتنا مال لاد سکیں لے جائیں۔
۶. اگر کسی نے سونے، چاندی، ہیرے جواہرات اور اسلحہ میں سے کچھ چھپایا تو چھپانے والوں کو قتل کر دیا جائے گا۔

معافی تلافی کے اس معاہدے کے بعد تینوں قلعے مسلمانوں کے حوالے کر دیے گئے۔ اور اس طرح خیبر کی فتح مکمل ہوگئی۔اس معاہدے کے باوجود ابوالحقیق کے دونوں بیٹوں، کنانہ اور ربیع نے بہت سا مال ظاہر نہیں کیا، جس کی تمام اہلِ مدینہ کو بہت توقع تھی۔ یہ وہ سونے چاندی کے زیورات اور ہیرے جواہرات پر مشتمل مال تھا جو حیی بن اخطب مدینہ سے بنو نضیر کی جلاوطنی کے وقت اپنے ہمراہ لایا تھا اور دیگر متمول یہودی خاص طور پر کنانہ خود نمائش کرتا ہوا لے کر نکلا تھا۔

اس مال کے بارے میں بازپرس کے لیے کنانہ بن ابی الحقیق اور ربیع بن ابی الحقیق کو نبی ﷺ کے سامنے لایا گیا تو انھوں نے صاف کہہ دیا کہ اُنھیں کسی خزانے کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ نبی ﷺ کو کچھ پہلے ہی خود یہودیوں سے اور پھر تلاش پر متعین مسلمانوں سے اس بات کے شواہد ملے کہ خزانہ کہیں چھپایا گیا ہے۔ دونوں بھائیوں کا کہنا تھا کہ قلعوں کی مضبوطی اور اسلحہ کی خریداری پر سارا خزانہ خرچ ہوگیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے کنانہ کو یاد دلایا کہ معاہدے کے مطابق اگر یہ خزانہ تمھارے پاس سے برآمد ہوگیا تو پھر قتل کیے جاؤ گے؟ وہ اپنے جھوٹ پر قایم رہے، رسول اللہؐ کو اطلاع ہوگئی کہ خزانہ ویرانے میں کہاں چھپایا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے ویرانہ کھودنے کا حکم دیا۔ اور اس سے کچھ خزانہ برآمد ہوگیا، ابن قیم کا بیان ہے کہ ان دونوں کے خلاف مال چھپانے کی گواہی کنانہ کے چچیرے بھائی نے دی، دونوں بھائیوں کو قتل کر دیا گیا۔

معاہدے کے مطابق یہودیوں کو جلاوطن کرنا تھا، لیکن اتنی بڑی زمینوں اور زراعت کے لیے فوری طور پر لوگ نہیں تھے، صحابہ کی تعداد تھوڑی تھی اور اُنھیں دین کے قیام کے لیے جدوجہد اتنا وقت نہیں دے سکتی تھی کہ وہ کھیتی باڑی میں لگ جائیں اور لگ بھی جاتے تو وہ اتنے تھوڑے تھے کہ درکار مزدوروں اور کسانوں کی تعداد کا آٹھواں دسواں حصہ بھی پورا نہیں کر سکتے تھے۔ اِن مسائل پر غور و فکر جاری تھا کہ یہود نے از خود یہ تجویز پیش کی کہ وہ یہیں رہیں اور مسلمانوں کے لیے اُن کے کھیتوں اور باغات کی دیکھ بھال کریں، جس کے عوض آدھی پیداوار اُن کو دی جائے، اُن کی یہ پیش کش منظور کر لی گئی اس شرط کے ساتھ کہ جب بھی مسلمانوں کو ضرورت ہوگی اُنھیں جلاوطن ہونا ہوگا۔ تقسیم زمین کا حساب جناب جبار بن صخر اور زید بن ثابت کے سپرد کیا گیا اور کھجوروں کی تقسیم عبداللہ بن رواحہؓ کے سپرد کی گئی۔ مالِ غنیمت بے حد و شمار تھا، سونے چاندی کے علاوہ کھجور اور دیگر زراعتی زمینیں، صرف کتیبہ میں چالیس ہزار کھجور کے درخت تھے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کتنی غنیمت ہوگی۔

خیبر کی زمینوں کی تقسیم اس طرح کی گئی کہ اسے دو برابر حصوں میں بانٹا گیا۔ ایک حصہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی اجتماعی ضروریات ہنگامی کاموں اور مہمات کے لیے الگ کر لیا تھا۔ باقی آدھے حصے کو ساری فوج میں اس طرح تقسیم کیا گیا کہ خیبر کی آدھی زمین کو اٹّھارہ برابر حصوں میں بانٹا اور ہر حصہ کو ایک سو برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا اس طرح کل اٹھارہ سو (۱۸۰۰) حصے بنے یہ غزوے میں شریک تمام ۱۴۰۰ مسلمانوں کے تھے، ہر ایک کے حصے میں ایک حصہ زمین آیا، عام مسلمانوں کی طرح نبی اکرم ﷺ کے حصے میں بھی صرف ایک ہی حصہ تھا۔ باقی جو چار سو حصے بچے وہ دو سو (۲۰۰) گھڑ سوار مجاہدین میں مزید دو

،دو حصوں کی شکل میں تقسیم کر دیے گئے۔اس طرح دو سو گھڑ سواروں کو تین تین حصے کے حساب سے چھ سو ملے تھے۔اور بارہ سو پیدل فوج کو ایک ایک حصے کے حساب سے بارہ سو حصے ملے،اِن پانے والوں میں سے ایک نبی ﷺ بھی تھے۔

ابن عمر نے کہا کہ "ہم لوگ آسودہ نہ ہوئے یہاں تک کہ ہم نے خیبر فتح کیا۔"اسی طرح عائشہ نے کہا کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا کہ اب ہمیں پیٹ بھر کر کھجور مل سکے گی۔جب مجاہدین مدینہ واپس تشریف لائے تو مہاجرین نے انصار کو کھجوروں کے باغات اور وہ جائیدادیں شکریے اور احسان مندی کے اظہار کے ساتھ واپس کر دیں جو انصار نے اخوت کے معاہدے کے تحت اُن کو دی تھیں۔

قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ خیبر میں جنگ صرف پہلے منطقے میں ہوئی جس میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد صرف سولہ تھی تاہم ایک مزید نقصان بشر بن براء بن معرورؓ کا جنگ کے بعد زہر آلود گوشت کھانے سے ہوا جو نبی ﷺ کے لیے زینب یہودیہ نے بھیجا تھا،رسول اللہ ﷺ نے محسوس کرتے ہی اُسے تھوک دیا تھا،فوری طور پر آپ اُس کے اثرات سے بچ گئے تھے لیکن چار برس بعد اپنی وفات کے موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ میں خیبر میں زہر خوارنی کے اثرات محسوس کرتا ہوں۔دوسرے منطقے کے تینوں قلعے یہود نے جنگ کے بغیر ہی مسلمانوں کے حوالے کر دیے۔اب خیبر سے پرے تین مزید یہود کی آبادیاں؛فدک،وادی القریٰ اور تیماء تھیں،جن کی جانب رسول اللہ ﷺ کا اقدام کرنے کا عزم تھا۔

اِدھر خیبر میں یہ فتوحات جاری تھیں اُدھر یمن میں ابو موسیٰ اشعریؓ اپنی قوم کے کچھ آدمیوں کے ساتھ کشتی کے ذریعے مدینے کے ارادے سے نکلے، تیز ہوائیں کشتی کو حبشہ لے گئیں جہاں جعفرؓ بن ابی طالب نے انھیں اپنے پاس روک لیا۔خیبر کی جانب روانگی کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے عمَرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کے پاس اِس ہدایت کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہاں مقیم مسلمانوں کو واپس مدینے بھیج دیا جائے۔جب عمَروؓ وہاں پہنچے تو ابو موسیٰ اشعریؓ اور اُن کے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔نجاشی نے تعمیل حکم میں دو کشتیوں پر سوار کر کے مسلمانوں کو روانہ کر دیا۔کافی لوگ اس سے پہلے ہی مدینہ آچکے تھے۔یہ لوگ سیدھے خیبر پہنچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا۔ جب جعفرؓ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے انھیں چوم کر فرمایا: واللہ! میں نہیں جانتا کہ مجھے کس بات کی خوشی زیادہ ہے۔خیبر کے فتح ہونے کی یا جعفرؓ کی آمد کی۔آپ ﷺ نے فتح خیبر کی غنیمت میں جعفرؓ اور ان کے رفقاء کے ساتھ اِن آنے والوں کا حصہ بھی لگایا۔

جب خیبر فتح ہو گیا تو اہلِ فدک کے دلوں میں اللہ نے مسلمانوں کا رعب ڈال دیا، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس قاصد بھیج کر نصف پیداوار دینے کے بدلے امان چاہی جو قبول کرلی گئی، اصول کے مطابق یہ علاقہ سارا خالص رسول اللہ ﷺ کے لیے ہو گیا کیوں کہ اس پر جنگ نہیں ہوئی۔ فدک سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ یہود کی دوسری بستی وادی القریٰ تشریف لے گئے۔ جب مسلمان وہاں خیمہ زن ہوئے تو یہود نے تیروں سے استقبال کیا۔ وہ پہلے سے صف بندی کیے ہوئے تھے۔ اِن کے ساتھ دوسرے روز صبح تک جنگ ہوئی، دوسرے دن صبح اُنھوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ یہاں رسول اللہ ﷺ نے چار روز قیام فرمایا۔ زمین اور کھجور کے باغات کو یہود کے ہاتھ میں رہنے دیا۔ اور اس کے متعلق ان سے بھی وہی اہلِ خیبر والا معاہدہ طے کرلیا۔ تیماء کے یہودیوں کو جب خیبر، فدک اور وادی القری کے سقوط کی خبر ملی تو از خود قاصد بھیج کر امان طلب کی رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمالی۔

رسول اللہ ﷺ جس وقت غزوہ خیبر سے لوٹے تو کافی رات گئے چلتے رہے، یہاں تک کہ لوگوں کو سخت نیند آنے لگی تو آپ ﷺ نے رات کے آخر پہر پڑاؤ ڈالا، اور بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”(تم جاگتے رہنا) اور رات میں ہماری نگہبانی کرنا“، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنی سواری سے ٹیک لگائے لگائے سو گئے، پھر نہ نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے نہ بلال رضی اللہ عنہ، اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی اور ہی، جب چہروں پر دھوپ پڑی تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ گھبرا کر بیدار ہوئے اور پکارا: اے بلال! انہوں نے کہا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے بھی اسی چیز نے گرفت میں لے لیا جس نے آپ کو لیا، پھر وہ لوگ اپنی سواریاں ہانک کر آگے کچھ دور لے گئے، پھر نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا اور بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اقامت کہی، اور آپ ﷺ نے فجر پڑھائی، جب نماز پڑھا چکے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کوئی نماز بھول جائے تو جب بھی یاد آئے اسے پڑھ لے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نماز قائم کرو جب یاد آئے“۔

نبی ملاحم، رسول اللہ ﷺ ربیع الاول کی ابتدائی تاریخوں میں کسی دن واپس مدینے تشریف لے آئے، مدینے واپس پہنچے تو ویسی ہی ایک خبر آپ ﷺ کی منتظر تھی جیسی بدر سے واپسی پر ملی تھی، آپ ﷺ کی بیٹی اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر پر مٹی برابر کی جا چکی تھی پچھلی مرتبہ تو وقتِ عالم نزاع شوہر سرہانے موجود تھا، اس مرتبہ تو باپ اور شوہر دونوں ہی اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جہاد پر تھے جب نہ ہوائی جہاز تھے، نہ ٹیلی فون نہ سڑکیں!!

ابھی حیاتِ طیبہ کے چار برس باقی ہیں، فتح مکہ، تبوک، حنین، حجۃ الوداع غلبہ اسلام اور اقامت دین کے پہلے اور مثالی مرحلے کی تکمیل میں باقی ہیں۔

☆☆☆☆☆